

إِنَّ مِنَ الْبَيَّانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ قصصا مومن

ترجمہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم
مومن خاں مومن دہلوی کے اردو قصائد تصحیح اور
اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحق علی علوی مالک دہلی پرنٹر

الناظرین لکھنؤ میں طبع ہوا

۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

- ۱۔ اکتساب
- ۲۔ اعتذار
- ۳۔ قول شایع
- ۴۔ سوانح حکیم مومن خان دہلوی
- ۵۔ قصائد مومن خان دہلوی
- (۱) حمد پاک
- (۲) نعت شریف
- (۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- (۴) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
- (۵) منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ
- (۶) منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- (۷) منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
- (۸) قصیدہ ببحر وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ
- والی ریاست لڑانک
- (۹) قصیدہ ببحر راجہ جیت سنگ برادر راجہ کرم سنگ رئیس پٹیالہ

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ غماں بردن خار و خس صحرا بہ گلستاں بردن
 اما چہ کنم کہ رسم مورے باشد پائے تلخے پیش سلیمان بردن
 میں غایت خلوص و ارادت اور کمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس
 شبک مایہ اذنی خدمت کو مخدوم ملت مخرقوم عالیجناب آنرہیل حبیب
 ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے
 جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے
 عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات
 کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے، اس ذوق صحیح اور شغف
 عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اردو ادب
 کے ساتھ ہے باجائزت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا
 اور اپنے لیے سرمایہ نازش بہم پہنچاتا ہوں۔

نیاز کیش ضیا

اعتذار

عجز انسان کے لیے منقصت ہے اور اعتراف عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحبت کے بلند آہنگ دعووں اور سہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سو کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام سندت قبل فرامیں اور تصحیح کر لیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۱۰	زبان	زمان	ق	۱۷	زبان	زیان
ب	۶	بد	بدو	ر	۱۰	خط کو	خط کی
ۛ	۱۳۷	بدیوانی	بدایونی	ض	۲	عمان ہم	عمان ہم
۵	۳	۱۹۲۲ء	۱۹۲۴ء	ظ	۴	کون زحل سے	یون زحل سے
و	۲	۱۳۶۹ء	۱۳۷۸ء	غ	۹	گل تری	گل طری
ز	۱	انگریز	انگریزی	۱۸	۶	چشم بصر	چشم بشر
ک	۷	پہچیدگی ساتھ	پہچیدگی کے ساتھ	۲۵	۴	معجز	خاور
م	۱۰	خوف و تردید	خوف تردید	۵	۵	خاور	معجز
ص	۴	لو	تو	۲۶	۷	(کیوان)	زحل (کیوان)
ۛ	۹	عالم	عام	۲۸	۷	چارہ فرما لے	چارہ فرما پے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل	۸۹	۵	روزِ محشری	روزِ محشری (بے وقت)
"	۱۱	طبعہ	طعمہ	"	۷	مذاقِ شکری	مذاقِ شکر (بے وقت)
۴۲	۱۰	وز	موش	۹۰	۶	گھ	گر
۴۵	۵	اسفل	سافل	"	۷	پاس	یاس
۵۱	۱	فضائے	فضائے	۹۳	۱۰	اس	اسکی
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان	۹۴	۸	حکومت	محال حکومت
۶۷	۹	قصہ	تصد	"	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
"	۱۰	اُچک	آچک	۹۵	۶	امتیاز	استزاج
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں	"	۱۰	خلق	خلق
"	۱۲	ٹھرنا	ٹھرا	۱۰۰	۳	جبرتی	جبرتی
۷۷	۱۲	خیشٹان	خیشٹانی				
۸۱	۱۲	بارگردن	بارگردن				
۸۲	۱۶	ادھر	اودھر				
۸۳	۱۱	دامنِ گل	دامن				
"	۱۲	بخوی	بخوم				
۸۴	۳	سجدی	سجدہ				

قول شائع

انسان نے جب عالم شعور میں پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمام تر
 جذبات کی حکومت میں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اس نے جلال یا جمال کا
 منظر سمجھا اُسی کو مجبوراً قرار دے لیا۔ انھیں واردات قلبی کی تصویر کا نام
 شعر ہے الشَّعْرُ مَا تَنْبَسِطُ بِهِ النَّفْسُ أَوْ تَنْقَبِضُ۔ یہ تعریف اور
 کسی جامع و مانع تعریف کے محبت کا یہ موقع بھی نہیں، نسبت محدود ہی
 لیکن کم از کم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے۔
 اب ان واردات و جذبات میں جذبہ محبت کو پہلے جو تمام جذبات میں فہمی تر
 اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے۔ دنیائے ہزاروں پٹے کھائے اور
 کھائیں گی۔ زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلیں اور بدلے گا۔ لیکن عشق کے جذبے اور
 حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلیں گے نہ یہ زبان ہی مخصوص ہیں نہ مکان سے۔
 نہ کسی فرد پر مخصوص ہیں نہ قوم پر۔ اُسی داعیہ قلبی اور جاذبہ فطری کے بساختہ اہل شہر
 کو میں حقیقی تغزل سے تعبیر کر دیتا۔ اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری میں
 پورا اترتا ہے وہی جذبات انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے۔

تغزل کو خیالات اور سوز و گداز کے مضامین میں اردو شاعری میر کے بعد
 جس قدر مومن کی طرفہ کار طبیعت اور دور رس تخیل کی رہیں منت ہے کسی دوسرے
 کی نہیں۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اسپرستزاد
 مطبوع کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوع کو اس قابل
 نہیں رکھا کہ عام فہم کہا جاسکے۔

خاکسار کو فطرۃً بد شعور سے شعر و سخن سے ذوق اور دیوانوں کا شوق
 رہا۔ علاوہ برین خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سوہاگے کا کام دیا۔
 اور شروع سے ہی چرچے کا نوٹن پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالب علمی ہی
 کے زمانہ میں اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ میں رہنے
 لگے اُسی دوران میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے ایڈٹ کیا
 جائے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھوں
 میں پہنچے۔ مگر اُس زمانہ میں چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ
 خیال قوت سے فعل میں نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور
 عزیز قاضی حضور الرحمن صاحب مختار بدیوانی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن
 کے ہمسر اور ہم عصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ تو ملک کے ذی علم
 طبقہ نے بجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے
 علاوہ استاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام و صحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دید بھی ہے۔
 اور قابلِ داد بھی۔ رہے مرزا غالب سو اُنکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ
 جماعت جس قدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برکن اور بھوپال وغیرہ
 سے قطع نظر کر کے صرف ہمارے بدایون سے اسوقت تک چار ویدہ
 زیب ایڈیشن تصحیح و تشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ مگر مومن
 کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ مناسب ہے کہ صحت و
 صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ بڑھا کر کلام مومن کا
 صحیح نسخہ شائع کیا جائے۔ اُن کا یہ مشورہ دراصل سرود بہستان یاد
 و ہائیدن کا مصداق تھا۔ مینے تمہہ کر لیا کہ حتیٰ الوسع اس کام کو فوٹو
 شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے متعدد
 سنون اور مطبعوں کے آٹھ دس برائے نسخے فراہم کئے گئے اور اسی
 سلسلہ میں بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا۔ لیکن مجھے افسوس
 کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپس میں مختلف نکلے گو غلط ہونے
 میں سب یکساں تھے۔ بہر حال اپنے امکان بھر مقابلہ کر کے صحت کی گئی
 اور شکل اشعار کے ذیل میں ضروری نوٹ اضافہ کر دئے گئے۔ اور جہاں
 باوجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہو سکا وہاں ذاتی اجتہاد سے کلام لیا
 الْجُتْھُ دُکْھُ یُحْطِیْ وَ یُصِیْبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخوں سے اس ایڈیشن کو صحیح تر پائے گا۔
 کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدْ اسْتَهْدَفَ اس بنا پر اگر کسی سہمت
 سے تقریریں و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلافتِ نوبہ نہیں کہی جاسکتی۔
 العبدۃ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں (کیونکہ مجھے معصوم
 ہونے کا ادعا نہیں) تو واسنِ عفو سے چھپانے کے بجائے براہِ کرم
 دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشیں تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جائے۔
 رَحِمَہُ اللہُ مَنْ ہَدَانِیْ اِلَیْہِیْ۔

آخر میں مجھے سچائی اور شکر گزاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر
 قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریکِ کار نہ ہوتی
 تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بروئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا
 یہ کتاب دراصل میری مساعی سے زیادہ انکی مستقل مزاجی کی مرہون
 احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگوں اور
 دوستوں کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے
 قیمتی مشوروں سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات میں مولانا سید غلام
 صاحب حیرت مولوی یعقوب بخش صاحب رغبہ قاضی غلام سجاد صاحب سہیل
 کے اسماؤ گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
 اس وقت صرف قصائدِ مومن کی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ اگر وقت ملے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو متاثر بہ زیادہ سلیس اور دلکش ہے)
مقررہ پبلک کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی

ری سچ سکالر۔ الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

۱۲۱۵ھ - ۱۲۶۸ھ

نام و تخلص و ولادت۔ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو لائے اُنھوں نے انکے کان میں اذان دی اور مومن نان نام رکھا۔ گھر والوں نے حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا۔ اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں ہوئی۔

خاندان ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار نان شہر کے شرفا میں سے تھے۔ جنکی اصل بنبا کے کشمیر سے تھی۔ حکیم نامدار خان اور حکیم کا مدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور میں شاہی طبیبوں میں داخل ہوئے دہلی آکر چیلون کے کوچہ میں مقیم ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ تہری حکومت کا چراغ ٹھہر چکا تھا۔ مگر پھر بھی بڑوں کی بڑی باتیں۔ چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ میں برگشتہ تار لوں میں جاگیر دینا ہوئی۔ لیکن آخر میں نواب فیض علی خان نے اس کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپے سالانہ پنشن و زکوٰۃ حکیم نامدار خان کے اسم مقرر کر دی۔ اس میں سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا۔

اسکے علاوہ کچھ نیشن سرکار انگریز سے بھی ملتی تھی۔

تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادر دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالغفر صاحب کی مجلس و عظیمین حاضر ہوتے اور بعد و غلط تمام مطالب و نکات از بر سنا دیتے۔ جب عربی میں استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابیں پڑھیں اور انھیں کے مطب میں نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اس میں مہارت بہم پہونچائی۔ ایک شعر میں اپنی نجوم دانی کو عجیب سلوب سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان نصیبوں پر کیا اختر شناس + آسمان بھی ہے ستم ابد کیا + شاعری۔ انھیں شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاج تھے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے مشہور شاگرد نواب مصطفیٰ خان شیفہ نواب اکبر خان۔ میر حسین نسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علی خان تھے۔ غزل نہایت دردناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے بالکمال استاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم و نثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ علمی اور دیگر شاغل۔ شطرنج سے انکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطرون میں شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی میں انکو خاص ملکہ تھا

تعمیہ و تخریج تاریخ میں معیوب ہے مگر ان کی طبع رسا نے محاسن تاریخ
 میں داخل کر دیا۔ معاً اور چستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم میں کامل
 مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ ان کے احکام سے دوسرے مجسم حیران
 رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش
 وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لپٹے گھونگر
 والے بال تھے۔ ملل کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائینچے پہنتے تھے۔ اس قدر
 غیر تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ انھوں نے ارباب
 دنیا کی تعریف میں کچھ نہیں کہا۔ ان راجہ اجیت سنگہ بہادر راجہ کریم سنگہ
 رئیس پٹیاہ (مقیم دہلی) کی تعریف میں ضرور حصہ قصیدہ لکھا جنھوں نے
 انکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔
 دوسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان میں (جن سے مومن کو ردحالی
 نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ انکو اسانہ
 سلف کی تعریف کرنا اور مستنا پسند نہ تھا۔ طبیعت میں نازک خیالی کے ساتھ
 نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ انھوں نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہیں کیا
 اسی طرح نجوم ورمل و طبابت کو بھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ انکو جو کچھ

دلی میں میسر تھا اسی پر فناء عت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر
نکلے اور بدایون۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

مذہب۔ سید احمد صاحب راے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی ایل
دہلوی کے پیر تھے۔ حکیم موسیٰ خان آخر وقت تک انھیں کے عقائد کے قائل رہے
وفات۔ مدفن۔ اور اولاد۔ ۱۲۶۹ھ میں کوٹے سے گر کر وہیں
کے بعد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۳ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ
خود کہی تھی۔ دست در باز ویشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیوں کے
جانب غائب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر شاہ ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے

جس طرح مومن کی لائف میں ہم بعض نمایان خصائص دیکھتے ہیں۔ اسی طرح
انکے کلام میں بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہیں۔ مومن سے پہلے
جس قدر شہر اگزرے ہیں نصیدہ میں (بہ استثناء سودا) مومن کا کوئی
ہمسر نہیں۔ اگرچہ بختکی اور روانی میں قصائد ذوق کا درجہ کمین ارفع ہے

۱۵ اس حصہ میں اصاف سخن پر عام تبصرہ ہے جس میں عموماً کلام مومن سے وہ
محاسن ہیں۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام میں ہی پائے جاتے ہیں۔ گوانکے بیان
زیادہ نمایان ہیں۔ انکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہیں۔ مولف

تاہم زور اور قدرت میں مومن کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اُنکی تشبیہ
 عموماً نا اور اور انوکھی ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی ہر قصیدہ میں تعلیٰ
 اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعراء سے اس شکوہ اور زور کے ساتھ
 پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے تخلص یا گریز العتبہ نسبت کمزور ہوتا ہے

۱۵۔ زور اور قدرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہیں جنکا فیصلہ ہر شخص
 بذات خود کر سکتا ہے۔ تاہم ایک حد تک آنے والی مثالوں سے یہ
 مفہوم واضح ہو سکتا ہے۔

۱۶۔ تشبیہ میں شعراء سلف بالعموم ہمارے مضامین یا مناظرے
 وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے۔ مومن خان نے تشبیہ کو اُسکے حقیقی معنی میں
 منحصر کر دیا گویا اُنکی تشبیہ میں سر تا پا تغزل کی شان نظر آتی ہے۔ مثال کیلئے
 قصیدہ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں ۱۲

۱۷۔ تعلیٰ اور شکایت زمانہ کی مثالوں کے لئے اُنکے قصیدے دیکھو
 بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہیں۔

۱۸۔ اس میں اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا
 فرض ہے کہ بے کم و بیش تمام حسن و قبح ظاہر کر دے۔ بلاشبہ مومن
 کے بعض گریز ایسے ہیں جن سے تخلف و تصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہیں معلوم
 ہوتا کہ بات میں بات نکل آئی ہے۔ قصیدہ سوم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں۔

کلام میں عقیدت کی جھلک اکثر نظر آتی ہے اور اسی کے ساتھ کہیں کہیں مذہبی تقریریں بھی کر جاتے ہیں۔ قصائد میں علمی مضامین بکثرت لاتے ہیں اور چونکہ خود نجوم و رمل و طب میں یدِ طولی رکھتے ہیں اس لئے مخصوص مصطلحات سے کلام کا اخلاق بڑھا دیتے ہیں کہیں کہیں طبی اشارات اور آیات و احادیث کی طرف بھی اشارات کرتے ہیں اور عربی جملوں کو تو اس خوبی سے تضمین کر جاتے ہیں کہ انگوٹھی میں نگینہ کا گمان ہوتا ہے کلام میں خیالات کی پیچیدگی ساتھ کہیں کہیں بندشوں کی سستی اور

۵۷ لغت و منقبت میں ایسی والمانہ اور بخودانہ محبت و عقیدت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے مذہبی نقشب و تشدد کو دیکھتے ہوئے استعجاب ہوتا ہے قصیدوں کے علاوہ چند شویان بھی اسی خوش ہریر ہیں۔ البتہ بعض قصائد و رباعیات میں مذہبی نوک و جوک جسکے وہ مرکب ہو ہیں انکی شایان شان معلوم ہے حکمت۔ طب اور نجوم کی اصطلاحات قصیدہ نعت کے آخر میں لکھو۔ بیان اشعار خوب طوالت نظر انداز کر دو ۵۸ تعلیمات و اشارات انکے یہاں بکثرت ہیں۔ مثال کے لئے دیکھو سوس۔ و ذی انوس وغیرہ سطرچ منقبت میں ابی الفضل۔ باب علم وغیرہ اور لاکھنوب۔ ولا تہر عربی جملوں کی تضمین انکی قادر الکلامی کی روشن دلیل ہے۔ مثلاً الحمد لو ابی اعطایا۔ اکشف بجا لک اعطایا وغیرہ لک۔ ۵۹

۵۹ نہایت سچائی کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں باوجود باکمال استاد ہونے کے بعض مواقع پر بندشوں کی کنسی کی پر دامن کرتے ہیں سبب کے لفظی و معنوی تعقید جمع ہو کر شعر معما بن جاتا ہے مثلاً۔ ہے کفر و بدعت ایک نہایت سچے زنا روں کے کہیں کہیں کی یاد۔ یغم خانہ ننگ تار ہے اہم سیلہ روز و چلتے ہیں یعنی جا ہے آٹھون پھر پراغ۔ ۶۰

نادرستی ضرور عقیدہ پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبوں میں انکا
مجتہد اے اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جاسکتا ہے
غزلوں میں مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہیں۔ عشق و رشک
و وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصہ ہیں۔ فلسفہ اور اخلاق اُنکے یہاں
الشاذ کا معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

ندرست اسلوب قصائد و غزلیات میں قدم قدم پر دلکری پہنچتی ہے۔ اور
اُسی کے ساتھ بعض موقعوں پر زبان کی چاشنی اور محاورات
کی صفائی نہایت بامزہ اور دل کش معلوم ہوتی ہے

مثلاً فلسفہ و تصوف و حقیقت، حکیم صاحب کا رنگ نہیں اور وہ اُنکے مرد میدان
ہرگز نہیں کہے جاسکتے۔ ڈھونڈنے سے کلیات میں شاید دو تین شعرا اس طرز میں نکلا
وہ بھی بادل، خواستہ ناف، چوٹی کی خار، کیسے توہین لیکن جیسے کوئی زبان تمام لیتا ہے مثلاً
نہایت سیاہ اسے منگو آخر ملا سے خاک میں + یکچند ملک بند لو یا سر زمین شام لو
اسکے محاورات کی صفائی زبان جہاں مومن نے برقی ہے شعروں میں ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً
اس میں عین عہد و بھرتے میں سحر بھر کے ہیں۔ باکیا نکل آیا۔ جھگڑا نکل آیا غزلوں کی غزلین زبان کی آواز
و جواب ہیں۔ اُنکا ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہستی کے نہ دیکھا غم ہوا شب سیر تیرا کلا غم ہوا اسی سلسلہ
میں خاتمی ہندوستان و حق (خدا اُنکی روح سے شرمندہ نہ کرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست، زبان اور سلاست
روش کا موازنہ کرو۔ تم مسی مگر غم غم سے غم نہ کرو۔ اور نہیں گروانے تو جاؤ کالام غم کرو ۱۲

صنائع بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بڑا داغ بن گیا کیا جائے
کہ مومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔

مثنویان کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویوں کے
ساتھ برابر کے درجہ میں رکھی جاسکتی ہیں۔ اور چونکہ جگہ جگہ مثنوی نہیں بلکہ آپ مثنوی
اس لیے خاص در وادراثر رکھتی ہیں۔ بعض مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہیں اور بے
شبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ اُمڈا جلا آتا ہے مثنوی میں
عشق و محبت کے معاملات کے علاوہ مساجات۔ حمد۔ نعت۔ جز کے مضامین
اس ذوق و شوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ قادر الکلامی اُن کا کلمہ پڑھتی ہے۔

اسی طرح اُن کے واسوخت اور مرانی بھی در و جوش کا بہترین مرقع ہیں خصوصاً
واسوخت کے متعلق یہ بلا خوف و تردید کہا جاسکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم
مومن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتوں تک پیش نہیں

گئے صنائع (وہ بھی تخلص کے ساتھ) ایک زمانہ میں سکڑ راج کی طرح گمساں بھی جاتی
تھیں لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتوں کو معیوب جانتے ہیں مومن کے کلام میں بھی
دوسرے اُستادوں کی طرح مراعات النظر بیشتر لوہا بہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ ہم نے مثالوں کے
فارغین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہیں کیا۔ اس بارہ میں غور کرنے
سے یہ قول فیصلہ مایم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہیں بلکہ خوش
رعایت کی نوعیت کا فیصلہ یہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کر سکے گی۔ علاوہ برین کچھ قطعات رباعیات مسملات وغیرہ ہیں جو اپنے رنگ
میں نمایان درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی عتف شعر ایسی نہیں ہے جس میں
مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور واسطی نہ دی ہو۔
اب ہم علیحدہ علیحدہ اُسکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہیں جن سے
اُن میں اور دیگر اساتذہ فن میں امتیاز کیا جاسکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل میں مومن کا پایہ بہت بلند ہے۔ سوز و
گداز اُن کا مایہ امتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ میں اُنکا انداز جرأت سے
ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز (جس کا بہترین مرقع فارسی میں دیوان نظیری ہے)
اپنے اصلی معنوں میں اُنکے بیان اس قدر غالب ہے کہ غزل دشمنوں کو طرف
قصیدہ نہیں بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ ہم بیان زیادہ تر غزلیات
سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

کیونکر اسید وفا سے ہوشی دل کو فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا
معتشوق کی وفا سے مایوس ہیں مگر اُسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں
کہ مجھے وفا کا خیال تو درکنار ہے۔ جو سب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ اُنکا
وعدہ وفا ہونے سے ہے۔ ۱۔ لہذا پشیمانی ظاہر۔

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ میں ذرا صراحت سے
بیان کیا ہے فرماتے ہیں

تری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عید
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر اُس توار ہوتا
اسی عنعن میں مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر میں عشق
کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ بجلی جلوہ فرما سے نہ صیاد
کرین ہم کیا نخل کر آشیان سے
خوشی نہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
جنر سے لاش پہ اس بویا کے آنے کی
ایک شعر میں ایک نچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کر گئے
ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ مشہور ہے کہ مرزا غالب بابت ہمہ نازک مزاجی
مومن کے اس شعر پر دیر تک دجہ کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہونے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مومن کے
عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ سنگی ہے مونہ کے طور پر اشعار
اشعار ذیل کافی ہیں

شب وصل آپکا عذر ترا کت
بجائے پر نہ مجھے نیمجاں سے
لے شب وصل غیر بھی کا
نوسے مجھے آزا مائیکہ کلب تک
بے روئے مثل بر نہ نکلا غبار دل
کستے تھے انکو برق تبسم ہنسی سے

کہتے ہیں تمکو ہوش نہیں! خطرات میں سارے گئے تمام ہوئے اک جواب میں
 اسی کے جواب میں شیخ ابراہیم دوق کا مطلع بھی خالی از لطف نہیں
 یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں دان ایک خامشی تری سکے جواب میں
 بعض بعض مسلسل غزلوں پر دوا سوخت کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً وہ
 غزل جسکا آغاز یہ ہے

اب اور سے لو لگاؤں گے ہم۔ یا نو بہ ہے کہ ہم عشق بتوں کا نہ کرنگے
 (۴) ناز کی خیال دہلندی مضمون۔ مثلاً ایک شعر میں شام وعدہ اپنے
 تھک کر سو رہے کو کس خوئی سے شکوہ ستم اضطراب "قرار دیتے ہیں۔
 پھرنے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سورج آرام شکوہ ستم اضطراب تھا
 یا محبوب کے نہ دیکھنے کو کس شوخی سے "نکہ التفات" ثابت کرتے ہیں۔
 پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے اُسکا نہ دیکھنا نکہ التفات ہے
 ایک جگہ اپنی واژون آخری عجیب پیرایہ میں بیان کی ہے فرماتے ہیں
 سن میرا حال زار منجم ہوا رقیب تھا سازگار طالع ناساز دیکھنا
 شاعر نے اپنی بد نصیبی کی داستان منجم کو سنائی۔ مگر سونے اتفاق کہ
 وہ خود رقیب بن بیٹھا۔ اور اُس (شاعر) کے سارے کی گردش دیکھ کر
 اُسکو اپنی کامیابی کے خواب نظر آنے لگے۔

اسی طرح اشعار ذیل کی حدت خفیل ملاحظہ ہو۔ کیا یہ خیالات کہیں

اور بھی ملتے ہیں؟

یہی شب کی سی بیابانی تو ہر روز
صبر و حشت اثر نہ ہو جائے
وہ عالم میں مانند لم جلوہ زن
ہر بار کیوں نہوتری تلواریز تر
مدد غیب پہ کی لشکر غلو پہ صلح
جنگ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ
چراغ میں گے ہم آنکھیں پاسبان
کسین صحرا بھی گھر نہ ہو جائے
کہ ثابت کریں تو ہے نفی سخن
اعدا کی ہے قساوت قلبی سان تیغ
کہ مسلمان نہوں معتقد طالع شوم
طالع دون خراب ہوا پ کرے جویادری

(۳) ندرت اسلوب بیان اور شوخی ادا۔ یہ خصوصیت مومن کے کلام
میں ہر جگہ نمایان ہے اور لاریب کہ اس میں اُنکا نظیر محال نہیں تو قریب
محال ضرور ہے وہ سیدھی سی بات کو ایسے انوکھے پرایہ میں بیان کرتے
ہیں کہ سامع حیران رہ جاتا ہے۔ مثلاً مقصود یہ ہے کہ محبوب کی گالی
بری نہیں معلوم ہوتی۔ اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

دشنام بار طبع خرمین پر گران نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا
اور سنو۔

مغل میں مرے ذکر کے آنے ہی اٹھو
بدنامی عشاق کا غمناک توڑ
نامح کی دوستی کو عشق کے مذہب میں ہمیشہ عداوت مانا گیا ہے۔ لیکن شاعر
کا شاعر انما استدلال قابل داد ہے لکھتے ہیں۔

جیب درست لائن صنف کر فزین
 تاصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہیں
 لیکن سبب میرا گریبان ثابت ہو گا تو کون مجھ پر رحم کرے گا؟ اسی طرح
 اشعار ذیل پڑھو

کس دن تجھی اُسکے دین میں رہے تھے
 سچ سے کہہ لو عہد سے خفا ہے سبب ہوا
 مانگا کر شے اب سے دعا بجز یار کی
 آخر تو دشمنی ہے اس کو دعا کے ساتھ
 وہ آئے ہیں پشیمان ناش پر اب
 تجھے اسے زندگی لاؤں کہاں سے
 دیکھنا کس نے انداز سے زندگی کی تمنا کی ہے اور کس بنا پر اب یہ کمر شاعر آ
 قابل ستائش ہے۔ علی ہافضہ اندین دیکھو اور غور کرو کہ وہ شاعر ہا
 عالم سے کس قدر الگ چلتے ہیں!

چیز برے مخافت مجروح میں نہیں
 کوئی۔ مگر سی کہ وہ ہے قدر زان تیغ
 سائنوں کو جو وہ دیتا ہے طلب پہلے
 فرد بخشش سے نہ مٹے رہے کو پشیمان نہ ہو
 اسی طرح ثنوی میں فرماتے ہیں (بجو)
 گر نہ بتاؤ وہیں گلزنک تھا
 گویا بان سے ہو۔ ولکن تنگ تھا
 حمد میں نکلتے ہیں

وہ حافظ کہ آتش سے خس کو بجائے
 تب عشق سے ہوا لہو سو کو بجائے
 اسی سلسلہ میں شوخی اور ان کی تمثیل کے لیے ذیل کے اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے
 باقی یہ کہارت موت سے اس قسم کی بیشمار مثالیں اخذ کر سکتا ہے

ہنسین نہ غیر مجھے نرم سے اٹھانے پر
عبث الفت بڑھی تاکہ کہتے تھے ہم
جبہ سائی کا بھی سین مقدر
خون چھپانے کو مری لاش کتا جو وہ مخ
اسی ضمن میں حضرت ناظم کا شعر پڑھا اور مومن کی شوخی سے سوز نہ کرو
ناظم فرماتے ہیں

کر کے خون ایک کا جا بٹھے ہیں گھر میں اور پھر
غور کرو مومن کے شعر میں کس قدر ترقی ہے۔
اسی طرح معشوق کے عاشق ہونے کا مضمون اکثر اساتذہ نے باندھا ہے
مرزا غالب

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اگر شخص پر
لیکن مومن کا انداز بیان سب سے نرالا ہے۔ انکا شعر ہے۔
عاشق ہوئے ہیں آپ کین گوئی ہو
شب حال غیر مجھ سے زیادہ خراب تھا
دونوں باکمال استادوں کے کلام کو نکتہ سنج انصاف کی ترازو میں تولین اور
دیکھیں کہ کسکی شوخی کا پد بھاری ہے الحق کہ یہ محاسن وجدانی ہیں نہ کہ
استدلالی شخص کا ذوق سلیم بجائے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔
لیا ہے وہی عوض۔ جان در قیبتے دون
میں اور آپ کی سوزاگری زبان کیلئے

مطلب یہ ہے کہ بنے محبوب کو دل دیکر لیا ہے اب اگر رقیب اس سوے
 کو اپنی بہار کے بدلے میں خریدنا چاہے تو دے سکتا ہوں یعنی میں اس
 کو دے دوں جس سے وہ قبول کرے۔ والا نہیں دے سکتا۔ اس توخی کی تمہیں کیا
 دشمنی دوم کہ وہ اشعار و حشو ہوتا ہے بازار میں یہ کہ جس کو ہاں حضرت یوسف کے
 حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر بہرہ طلب کیا اس طرح بیان کرتا ہے کہ مخاطب اُس میں اپنا
 فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف سے دیکھو۔ مگر ان غریب کی
 سے کون! تو یہ پیرا یہ اختیار کر لے نہیں
 ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا
 دیکھو ذیل کے شعر میں رقیب کے خط کو غلط سے کس طرح روکتے ہیں
 سرگسٹ انکھو سچ تم نامہ لگاتے کیوں ہو
 خاک میں نام کو دشمن کے ملانے کیوں ہو
 مسئلہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے
 کیونکر فائدہ اٹھایا ہے فرماتے ہیں۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں
 وہ بدخواہ مجھ سے تو میرا نہیں
 میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ
 ارباب ذوق کو میری تعقی کا شعر ذیل غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ اُسکو میں جان کے
 اتنا رہا ہوں دور کہ پیران کا غم نہیں
 عبت دوستی تکو دشمن سے ہے
 تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں
میرے تغیر رنگ پر مست جا اتفاقات ہیں زمانہ کے
اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار
وہ بت دیتا ہے طعنے کس ادا سے کہ تم اب چاہتے ہو کیا خدا سے
یہ مگر شاعرانہ موسن کا طرزِ خاص ہے اور اردو شاعری میں اور دن کے بیان
بہت کمباب ہے اصل یہ ہے کہ وہی اس رنگ کے موجب ہیں اور خاتم بھی
اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا
کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ جیسے

جاتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھ کر طالع باریک چونک پڑے خواب کھل کر
بے سبب قتل آیا نظر انجام اپنا سرمہ دیدہ دشمن ہے مری خاک خزار
لرزان تھے مثل بید تیرے عجب جو ہر پھل باغبان کو کچھ نہ ملا خیزان تنہا
دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر کر دیا تیغ گریبان نے دو پارہ حلقہ
خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اڑا و سفید عکس سے جسکی آب ہو آئینہ سکنڈری
طسره بار و ز سیاہ بوالہوس جگر رشک و دواہ بوالہوس
کہیں گمیں مرکب اور سلسل تشبہیں خاص لفظ دیتی ہیں دیکھو شنوی نیم (اشعار جو)

(۶) وہ اکثر مجھ ایک غیر ذی روح شے کو کسی صفت مخصوص کھ لفظ سے ذی روح

قریب سے پہنچا اور شہر میں خاص کر کتب خانہ میں پیدا کرنے میں۔ مثلاً مرثیہ میں

اے مرگ چشم لطف کہ صبر سے مرے دم دیکھا کیے وہ میری طرف بار بار جھپ

جون نکست گل جنبش ہے جی کا نکل جانا اے باد صیا میری کروٹ تو بدل جانا

کچھ دینے کا بھی دیکھ لے اے ہٹکا کس پورے پہ تو لیتی ہے تاثیر دعاؤں

(۷) کلام میں نازی کی عمدہ ترکیبیں اور دلکش تراشیں ہیں جو کہیں کہیں بقول

آزاد اردو کی سلاست میں اشکال پیدا کرتی ہیں ان کی بھندارہ اختراعوں میں

ذیل کی تبدیلیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں بخوف طوالت اشعار چھوڑ دیے۔

آمین سرا۔ زبان اجابت فشان۔ دم خونناہ ریز۔ حادثہ ریز۔ زخم ریز تیر بار۔

بیار اجل چارہ۔ رند خملہ کش۔ جرات منکر۔ ابر تندا بظفر۔ گرم پانی برق

تپان۔ زبان بیدہ سائل۔ گلر زینکلم۔ بے پروا حرامی۔ زود کشتن۔ غم لاک

شدن۔ حسرت فرمانروا۔ نوی بخش۔ تنق بند۔ بہ دور آور۔ بالم خو کردہ۔ سخت بخواب

آسودہ۔ عقوبت رب۔ قدیم فرسا۔ خواب تنایاب عشق جہلت۔ زبون اضطراب مصیبت بہرہ

قبول شوق دشواری پسند۔ پایہ بالاتر۔ برافراز سخن۔ کج خرام شاہراہ عاشقی۔

دور گرد بارگاہ عاشقی۔

(۸) کلام میں کہیں کہیں ترصیع و تقابیل کی بدولت قافی کی شان نظر آتی ہے جیسے

ترے ہی نہیں سے ہر قطرہ آبیار عروس ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلہ دار عروس

یہی خلافتِ اشد کی اُسکو پس ہے دلیل
 عشقِ اُنکی بڑا جانے عاشق ہو تو پہچانے
 یہ چشمِ سیاہ تو نہ ہوگی
 بیدادِ ستم گران بدکشیش
 (۹) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے خاص فائدہ اُٹھایا ہے یوں تو
 مثالین کثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل تذکرہ ظہرین کیے جاتے ہیں۔
 مومن ہیں تو پھر نہ آئین گے ہم
 ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں
 طور بیڑھب نظر آتے ہیں مجھے
 مجھکو نسکین ہو تری تصویر سے
 بتخسانہ چین ہو گر ترا گھر
 اے تب ہجر و کیمہ مومن ہیں
 مومن و دیر خدا چیر کرے
 اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح

ضیاء احمد ایم اے دہلوی

الہ آباد یونیورسٹی۔ کیم اکتوبر ۱۹۲۴ء

نوٹ۔ لائف بیشتر ابھیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت
 ابھیات کی بہ نسبت زیادہ شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اشعار

یہ اشعار انگریزی و اردو میں ہیں۔ ان میں سے بعض اشعار انگریزی میں ہیں اور بعض اردو میں۔
 درج ذیل اشعار انگریزی میں ہیں۔ ان کی تعداد ۱۰۰ ہے۔

نمبر	اردو	انگریزی
۱	قصیدہ ۱-۱۰۰	مرحوم خلیفہ
۲	۱۱	خوشنابہ دل جگر
۳	۱۲	بھٹیا
۴	۱۳	علمیہ بجائے
۵	قصیدہ ۲-۱۰۰	زبان اعلیٰ
۶	۱۴	قبائے گل کو گرا طلس سے
۷	۱۵	گل شاہوس
۸	۱۶	نبوس
۹	۱۷	اُگلا
۱۰	۱۸	نور شعلہ فانوس
۱۱	۱۹	اداقینوس
۱۲	۲۰	غرل
۱۳	۲۱	سب چیز و فنیہ
۱۴	۲۲	خوشنابہ دل و جگر
۱۵	۲۳	منا یا
۱۶	۲۴	علمیہ بجائے
۱۷	۲۵	زبان لال
۱۸	۲۶	قبائے گل سے گرا طلس کو
۱۹	۲۷	گل شاہوس
۲۰	۲۸	نبوس
۲۱	۲۹	اُگلا
۲۲	۳۰	نور شعلہ و فانوس
۲۳	۳۱	اداقینوس
۲۴	۳۲	عرین

حوالہ	غلط	صحیح
۶۷۰	گا و زیا ن	گا و ز مین
۶۸۰	لا کوس	الکوس
۷۲۰	لبوس	لبتوس
۸۰۰	عقول نفوس	عقول و نفوس
۸۲۰	بطلیوس	ابطلیوس
۸۶۰	بنا ہے	بنائے
۹۶۰	حسرت دوس	حسرت و دلاس
تفسیر ۳۰۰	سینہ جانسوز	شعلہ جانسوز
۱۳۰	کزنگہ تیغ نے فرہ خنجر	کزنگہ تیغ ہے فرہ خنجر
۲۶۰	غمر یک دیدہ تر	سمر شک دیدہ تر
۳۷۰	چارہ و زماے علاج سحر	چارہ و زما پے علاج سحر
۹۶۰	بشت کا شانہ	بست کا شانہ
تفسیر ۲۰۰-۸۰	بیشتر	پیشتر
۲۸۰	اصل دین کے	اصل دین کے تا
۵۲۰	مزید دہریں ہیں	مزید دہریوں میں
تفسیر ۵۰-۱۶۰	واجو اتا ہے کئی باز	وان سے آتا ہے کئی باز

جوانم	غزل	مصحح
۴۴	اسرار	اخیار
۵۳	نشان ہم	عنان ہم
۹۹	تخت	خسین
۱۰۵	ہر ہم و دینار کے داغونکو	در ہم و دینار کو داغونکے
۱۰۹	یا قوت لب لعل نگار	یا قوت لب لعل نگار
قصیدہ ۶۵-۱۲	فریان زبان تیغ	قربان جان تیغ
۲۵	دہر	ویر
۴۷	زبان تیغ	زبان تیغ
قصیدہ ۷۰-۳	لزوم	سردوم
۱۱	معلوم	معلوم
۱۷	حسن و عشق یہ	سن و عشق یہ
۳۹	جو ہر بار فزون	جو ہر بار فزون
۶۵	انبار	انبار
۶۹	کا ہو خلق	سے ہو خلق
قصیدہ ۸۰-۱۳	بانی	مائی
۳۹	روز غور بشید	روز غور بشید

حوالہ	غلط	صحیح
۵۱ "	نیرنگی زبان	نیرنگی زبان
۸۵۵	گل دامن پاکرامانی	گل دامن کی پاکرامانی
۱۱۸ "	ورشتا	ورشتہ
قصیدہ ۹ - شعر ۲	یون ہے زحل سے	کون زحل سے
۱۰ ۱	روز گزار	روز گزار
۱۵ ۱	سر سیر امتیاز طبع	سر سیر امتیاز طبع
۱۶ "	نہ فلک نور آفرین	نہ فلک نور آفرین
۲۶ "	ناکسی آفت قرارے ہوش نہائی	نہ آت طاقت قرارے ہوش نہائی
۲۷ "	کلبہ خاکروب کو	کلبہ خاکروب کو
۲۳ "	یک شہ چرخ بزم کا	یک شہ چرخ بزم کا
۲۳ "	حاصل وفائدہ	حاصل دولت
۲۴ "	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
۵۰ "	عطاشش	عطاس
۵۲ "	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
۵۴ "	روح و گلاب عہری	روح گلاب و عہری
۵۷ "	خوش ہو ہوائے رشک سے	خوش ہو ہوائے رشک سے

(غ)

حوالہ	غلط	صحیح
۹۱	خصم جہان	خصم جہان
۷۱	دشمنہ دشمنہ قضا	دشمنہ دشمنہ قضا
۷۲	تیر ماہ	ماہ تیر
۷۷	جا سے تنگ	جا سے تنگ
۹۱	چارہ صدر آزا	چارہ صدر آزا
۹۴	اوج حسیض	اوج حسیض
۹۵	ہے یہ وہ جس کی تیغ	ہے یہ وہ جس کی تیغ
۱۰۵	شعلہ دودو	شعلہ دودو
۱۰۶	گل تری	گل تری

نہایت تفسیر: تاہم مطبوعہ نسخوں میں اشعار ۹۹ اور ۱۰۵ (تعمید ۷۷) میں اور
اشعار ۷۱ اور ۷۲ (تعمید ۹۵) میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔ ناظرین درست کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی (۱) حمد پاک

اس شور نے کیا مزا چکھایا
جس نے ہمیں آدمی بنایا
سر سنج شہاد کا جھکایا
اک بات میں تخت پر بٹھایا

اَلْحَمْدُ لِوَاہِبِ الْعَطَايَا
وَالشُّكْرُ لِصَانِعِ الْبَرِّيَّةِ
احسان ہیں اُسکے کیا گرا بنار
کیا پایہ منتِ سلیمان

۱۔ تمام کونفیس بخششوں کے دینے والے کے لیے کریا ہیں۔ شور سے شور محبت کی طرف اشارہ ہے۔
مزا اور شور میں صنعت مراعاة انظیر ہے۔

۲۔ اور ہر شکر خالق عالم کے لیے مزارع ہے۔

۳۔ سبج شدہ وسعت اسلمی۔

۴۔ حضرت سلیمان کی فکر گردی خدا کے احسانوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت کہتی ہو کہ اسکا
توفی سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخشہ دینا ہے۔

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد
 وہ نیز آسمان تقدیس
 ایک بھی نذر اس مجاز میں ہے
 جسے عقل بسیمط او سکا پر تو
 سبحانک یا الہ عالم
 ہر بانی ہے تیرا جلوہ لیکن
 یاں عقل ہے کہ کہ پس تجھی کو
 انسون شہنشی سکھایا
 جانسوز مناظر و مرایا
 کیوں مسرنگاہ میں سکھایا
 نے نور محبہ و اداسکھایا
 عالم ترا عجب نہ سنے دکھایا
 دیکھا تو کہیں نہ سنے آ یا
 پایا ہر شے میں پر نہ پایا

۱۱ اشارہ ہے یہ کرم یا غلظت الہیہ داؤد شکر الہیہ داؤد کی ونا دیری غمتوں کا شکر ادا کرو کی طرف
 ۱۲ خداوند ہر دور کے دوست و دشمن کو انما ربہ تعجود ہی ہے جو پانی کے آسمان پر جلوہ گر ہے
 ۱۳ جس کی شہادت و قیامت کو یہ کہتے ہیں سناظر منہ کی محج و ہر ایامری کی حق ہے جبکہ سنے
 ۱۴ ہیں دیکھتے کہ علیہ مناظر ایک عالم کا نام ہے جس کا موصوع انما ہے اور نور علت نظر ہے
 ۱۵ ازوئی ایک تلخ غم یا حیرت میں شعریں اشارہ ہے آپ لائے رکھ کر ادا بھار کی طرف ۱۶
 ۱۷ اشارہ ہے انما ربہ تعجود ہی ہے جو پانی کے آسمان پر جلوہ گر ہے
 ۱۸ اشارہ ہے انما ربہ تعجود ہی ہے جو پانی کے آسمان پر جلوہ گر ہے
 ۱۹ اشارہ ہے انما ربہ تعجود ہی ہے جو پانی کے آسمان پر جلوہ گر ہے
 ۲۰ اشارہ ہے انما ربہ تعجود ہی ہے جو پانی کے آسمان پر جلوہ گر ہے

اشد سے تیری بے نیازی
 یوسف سے عزیز کو کئی سال
 یاں شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب
 تھکوی سزا ہے کبریائی
 مومن کو بقا ہے بعد دیدار
 گو و صف ہے یوسفؑ بالقیس
 یاں تاب کسے کہ خاک و خون میں
 اشد دکھا دے اپنا دیدار
 عظمت نے سجود کی فلک کو
 یعقوب کو مدتوں بولا یا
 زندان عزیز میں پھنسا یا
 ابلیس کو خاک میں ملا یا
 کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا
 کیا مزد و جانفزا سنا یا
 پر بندہ تو اس سے باز آیا
 بیتابی شوق سے لٹھا یا
 اَكْشَفَ بِجَمَالِكَ الْغَطَاءَا
 گرد و کرہ نہ میں پھرا یا

۱۱ شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲
 ۱۳ اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الہی کے بعد زندگی دوام قرآن مجید سے ثابت ہے
 اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت و پدارت طلب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو
 تقاضے ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مزد و جانفزا کہا ہے
 ۱۴ مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیبی بے دیکھی چیز خدا در معاد پر اعتقاد رکھتے ہیں
 ۱۵ اپنے جمال سے پردہ اٹھا دے ۱۶
 ۱۷ سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرہ زمین کے
 گرد و سرگرداں پھرتا ہے۔

وہ خاتمِ مسلیں محمد
 جب بندہ ہے تیرا۔ تو رہا کون
 تو واحد و بے نظیر رہتا
 تجھ کو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل
 یعنی وہ فنا ازل سے ہے اور
 اُسے تری حمد کا توہم
 کام آئی نہ شوخی خموشی
 ہوں بندہ شورِ عجزِ ادراک
 کیا جائے ایسے بے زباں نے
 جس نے ہیں شرک سے بچا یا
 پھر لائقِ بندگی خدا یا
 تو حاکم و خالقِ برآیا
 یاں ملکِ نقش و دلی مستایا
 اُس ذات کو کب زوال آیا
 یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا
 دل کی پیشوں نے جب ستایا
 ناکام کو کام سے لگایا
 کس طرح یہ شور و غل مچایا

۱۲ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فناں محض اپنی مثل آپ ہے یعنی بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے
 کہ اس میں بھی دلی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے
 اور ذاتِ باری عدم و زوال سے پاک

۱۳ شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ مست پیر
 ہے اس لیے کہ اُس کی بدولت باوجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجزِ معرفت
 سے راہِ معرفت پائی ہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

۱۴ بے زبان سے مراد عجزِ ادراک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل
 سے مراد اُس کا ہنگامہ و جوش۔

میں روح قدس کا ہر باں میں
 سو من ہے زمانِ عرضِ احوال
 رو رو کے دعا کر اک آدیکھ
 اللہ غم بہاں میں یک چند
 یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے
 سمجھا نہ کہ ہے رہِ خطرناک
 حاصل نہ ہوا سواِ ندامت
 کی گریہ نے کتنی آبیاری
 گردابِ مرے ڈبوئے کو تھا
 ہر حلقہٴ دامِ آرزو نے
 دل گرمی شوقِ شعلہ روئے
 کہ ساقی سُرخ لب کے غم نے
 ہم نرمی ماہِ دس نے گاہے
 تجا نہ کو رشکِ کعبہ سے
 تھا شورِ فداک جاے لبیک

ق یہ مرتبہ عجز نے بڑھایا
 میں نے تجھے بے خرد جتا یا
 کیا ابر کرم ہے سر پہ چھپایا
 بے فائدہ جان کو کسما یا
 باروت کو چاہ میں بھنسا یا
 دین و دل و عقل کو لٹا یا
 کس تخم کو خاک میں ملا یا
 دریا مری چشم سے بہا یا
 جو قطرہ کہ خاک پر گرا یا
 طوقِ لعنت مجھے پنھا یا
 کیا کیا مجھے خاک پر لٹا یا
 خوں تاب دل و جب گریلا یا
 جوں بدرِ حشر تک جگایا
 گر شوق نے گرد کو چھپا یا
 اُس دشمن دیں نے گر بلایا

فداک - تجھ پر فدا ہوں۔ لبیک کے معنی ہیں میں حاضر ہوں لبیک
 اُن الفاظ میں سے ہے جو مناسبک حج میں کہے جاتے ہیں۔

کرتے رہے شکرِ نخب بیدار
 بوسہ جو دیا زقن کا گویا
 یہ بے خبری کہ یادِ جس کی
 روٹھا کوئی نازنینِ صنم گر
 کتنی ہی قصا ہوئیں منسا زین
 گل پیر سہنوں کی آرزو نے
 آیا نہ کبھی خیالِ حج کا
 نیت ہی تھی توڑنے کی گویا
 افسوس شکستِ صومِ یک سو
 واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی
 بہرِ چند کہ قولِ ناصحوں کا
 توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو
 ابد مرے گناہ بے حد
 سے عام خطابِ اعترافی

ساتھ اپنے صنم نے گر سلا یا
 سبِ خسلدِ بریں کھلا یا
 تھی واجب و فرض اُسے کھلا یا
 سو گندور مرغ کھسا بٹھا یا
 پر سر کو نہ پانوں سے اٹھا یا
 اکثر خستہ و برباں بچھا یا
 تموا سو بار رگو کھسچا یا
 گر اُس نے منسا زین ہنسایا
 یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا
 کتنا ہی عذاب سے ڈرایا
 کچھ تلخ نہ کھسا ولے نہ بھایا
 توبہ ہی پہ زور آزا یا
 وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
 اس نے تو کچھ اسرا بندھایا

منایا

۲۵۱ خرد و پریاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے
 ۲۵۲ مگر اسی پوری آیت کا جس کے معنی ہیں اے میرے گناہگار بند و میری رحمت سے مایوس نہ وہ
 ۲۵۳ یا کریم یہی با عبادِ اللہ ائینِ اسر فوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ۵

عالم میں نہ ہو سے گا وگرنہ
کیونکر نہ ہو تیری اُس تو نے
اُس و ام سے مجھ کو تو چھڑا دے
دل زلف سے ہو رہا تو جانوں
وہ عشق دے جس کا نام اسلام
وہ غمرہ علیہ السلام
کچھ آب زنی کرے نہیں تو
مجھ کو بھی بچالے جیسے تو نے
وہ رفعت حال دے کہ جس نے
اُس کا مرے دل پہ ایک پر تو
مومن کیسے کس سے حال آخر

ن

مجھ سا کوئی مست کمر السجایا
افلاک کو بے سستوں بھایا
داؤد نے جس میں دل پھنسیا
زند ان فرنگ سے چھڑایا
وہ شیوہ بنی نے جو بتایا
جس نے کہ اُس آگ کو بھجایا
سرمایہ عجم نے اٹھایا
یوسف کو گناہ سے بچایا
منصور کو دار پر چڑھایا
جس شعلہ نے طور کو جلایا
ہے کون ترے سوا خدایا

۲۶ منکر اسجایا بڑی عادتوں والا۔

۲۷ اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت داؤد اپنے
ایک لشکر کی بیوی کو دیکھ کر اس کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اس کے شوہر کو جہاد میں بھیج دیا کہ شہید ہو جائے
چنانچہ اس کی مقام پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآنی شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

۲۸ علامہ بکائی حنبلی منہجی (د) سے خود میری حالت کا علم ہوا سوال کیا جاوے (سیدنا حضرت
ابراہیمؑ نے حضرت جسبریلؑ سے یہ پرسش حال کے وقت کیا تھا جب آپ آگ میں
ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے ہی آتش فرود مراد ہے آپ زنی پانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمہ بلبیل ہے یوں طرب مانوس
 کہ جیسے صبح شب بحرِ ناہیا خردس
 یہ اسطرح فرج انگیز کو کوئے قمری
 کہ جیسے فوج مظفر میں شعور غفل کو
 نوائے طوطی شکر نشاں کی لذت سے
 سماع و رقص میں اہل مذاق ہیں طائوس
 غبارِ صحنِ چمن کیمیا سے عیش و نشاط
 بہارِ لالہ و گل سمیا سے غرض شمس
 صفا سے وہ درود و یارِ باغ کا عالم
 کہ آشیانہ میں دشوارِ طائر وں جلو
 زہرے فریب صفا خاکِ بنیر سے گلچیں
 پڑے جو وسعتِ گلزار میں گل کے عکس
 بجوم سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی
 زمیں پہ چادرِ مستاب بن گئی ہے سدوس

۱۔ طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے یعنی مانوس طرب (مسرت انگیز) = خردوس = مرغ
 ۲۔ لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شویدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں شہلا
 سورج نظر آ رہا ہے ہیں سمیا = علم نیرخبات یا شعیبہ بازی۔ عرض کے معنی
 پیش کرنا اور شمس جمع ہے شمس کی = سورج۔

۳۔ اسقدر و نور صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔
 ۴۔ صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں نو و دھوکے
 سے گلچیں انکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی ہوس میں خاک پر ہاتھ ڈالتا ہے۔
 ۵۔ سدوس = سبز چادر۔

ہوتی ہے شقی فلک مانع قدا فراری
 ہو کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگ لیسیم
 خزانہ خاک میں ہر تنگدل ملاتا ہے
 نوید مالک گلزار کو کہ زر کی جگہ
 یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا
 چین کی خاک سے گلگونہ اینٹا ہے
 خمیدہ شاخ سے یوں نگ گل جھکتا ہے
 پڑھے مرغ گلستان ہر مطلع زین

وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس
 بنا ہے شبنم گل آبلینہ فانوس
 ز بسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب ہمیں
 ہر ایک کا سہ گل میں چنگ و قیانوس
 مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملیں
 شگفتہ تادم خوست بھی ہو عذار عروس
 کہ حبیب طبع بھرک اٹھے شعل مشکوس
 کہ سن کیس جس سے رہی اس ہی بلبل طوس

۱۔ جید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے
 موس کی مراد یہ ہے کہ اگر سقف فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بکالے
 اس المٹی ترقی کے آسمان سے بھی اونچا نکل جاتا۔
 ۲۔ فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت
 بھار کا یہ عالم ہے کہ شیشہ فانوس شبنم گل معلوم ہوتا ہے لہذا
 مانع نسیم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے جو اصحا کیف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

۴۔ شعل مشکوس۔ الٹی مشعل۔

۵۔ بلبل طوس فرود سی طوسی۔

مطلع ثانی

زبان لال کہاں اور منج تاج خروں گرا ہے خاک پہ کیا اعلیٰ افسر کاؤس
 ہزار داغ ہو پروا سے آفتاب کے پرستش گل خورشید میں سے گرم چوں
 شکستہ تر ہے چمن روضہ باجنت سے ہنسی کی جانیں گر صورت نشین عیون
 خلل پذیر طوبت ہو دماغ بہار عجب کہ سبزہ خواہیدہ کو نہ ہو کیا بوس
 زبان لال گوئی زبان - تاج خروں - ایک سرخ بھول کا نام ہے جسے کلفہ
 بھی کہتے ہیں - شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروں ہے یا تاج کاؤس کا اعلیٰ
 جوزین پر گر پڑا ہے - کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ -

۱۱ مجوس (آتش پرست) بجائے خورشید کے گل خورشید (سورج کھجور)
 کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (ریشک)
 کیوں نہ ہو اور سکو پروا نہیں۔

۱۲ عیون = ترش رو - صورت نشین اہل کے ترش و ہونکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بار بار داغ جنگ
 کہیں نہ یادہ دلفریب اس سبب سے زائد کہ جو جنت کا مشتاق تھا گر لیں گزرتا ہے۔
 ۱۳ کاؤس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نرلی کی
 وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بیمار کا دماغ موسم
 کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے - ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کاؤس
 میں تنہا بھاگے سبزہ کوئی افادگی کی وجہ سے خواہیدہ کہتا شعرا کے بیان عام ہے۔

۱۵۔ دشت بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے
 ہوا اُسے سیرِ حرمِ زار کی وہ مستی سے
 عجب نہیں نئے گل رنگ کی ہوس سے اگر
 مزاجِ دہریں یہ اعتدال آیا ہے
 عجب نہیں کہ بسانِ گیسِ غسل اگلے
 منو کا معجزہ صِلِ غلیہ پھر گندم
 رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں
 قباے گل سے گرِ اطلس کو دیکھے تشبیہ

۱۶۔ کیوں ہو شکلِ حماری کو نازِ شکلِ عروں
 کہ خلق کو ہوئی مشکلِ حفاظتِ ناموس
 خود آ کے شیشہ خالی میں ہو بری محوس
 کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس
 گر اندازوں ہو کوئی مبتلا سے ایلاؤس
 ہوا ہے جنبشِ غریبال سے بے سوس
 کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس
 سیاہ پوشِ جہل ہو دردِ ماتم سوس

۱۷۔ شکلِ حماری اور شکلِ عروسی قلیدس کی روکیں ہیں شکلِ عروسی باعتبار کثرتِ نتائج مٹوٹ بری رہی زیادہ ہوتا ہے
 ۱۸۔ الکیموس ہم ثانی کو کہتے ہیں جو طبر میں ہوتا ہے صالح الکیموس۔ وہ غذا جس سے خون بنیاد و مقدار میں پیدا ہو۔
 ۱۹۔ ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ غسل۔ شہ۔

۲۰۔ فوس نامیہ کا بہانہ ہے کہ اپنی کی حرکت کی ہوا ہے بھی پیر کیوں بن جاتی ہے۔ سوس بھوسی۔

۲۱۔ زفیوس ایک سیاہ بھل ہے جو سجد مرطوب ہوتا ہے

۲۲۔ جعلِ گبریا۔ سوس = ایک کپڑا جو شیم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر قباے گل سے

۲۳۔ افسر یکیشہ یہ دی جائے تو اس تشبیہ کے اثر سے سوس (جسکی غذا کپڑا کھانا) اپنی غذا و پار

۲۴۔ بھوکوں مرجاے ہے اس لیے اس کے ماتم میں گبر یا سیاہ پوش ہوگا۔ گبر یا سیاہ

۲۵۔ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعتِ حسنِ تعلیل آگئی۔

قوات نامیہ کو ناگوار سے کتنا
 ہوا ہے اب تو یہ سرمایہ لطافت آب
 کہیں حبان میں کالی نظر نہیں آتی
 سرمایہ نم آب و صفت سے دور نہیں
 بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر
 گراس بہار کی یعقوب کو سوا لگ جا
 ہوا سے بسکہ گل شمع بھی ہو عطر آگین
 یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تربیتیں
 کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سو کیلوں
 کہ پشت ماہی بہ گلابے اشرفی ہیں فلس
 کہ صرف رنگرز آں ہو گئی بجائے ابوس
 جو سبزہ زار بنے ریش زابد سالوس
 زیادہ تر کرے سیلان خون گل شاموس
 شمیم جائزہ یوسف کبھی نہ ہو محسوس
 عدیل طلبہ عطاریں گئی فالوس
 کہ ہے پیاز کو لاف منافع بلبوس

۱۱ ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوں = ہضم اول جو معدہ میں
 ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ ہضم رابع تک نہ لیں طے
 کرے بلکہ اسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہنچ جائے۔

۱۲ فلس مچھلی کے سنے۔ فلوس پناہ بیوس کو بھی کہتے ہیں اس سے گلابے اشرفی سے تشبیہ یا خالی از ہن

۱۳ صحیح لفظ رنگرز ہے رنگریز غلط ہے ابوس = رنگار

۱۴ سالوس = مکار

۱۵ گل شاموس = سنگ جراحت کی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روکتی ہے اور زخم کو خشک کرتی ہے

۱۶ موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی بلبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعویٰ ہے۔ بلبوس
 ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوا کے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش
 نسو نگری دم مشاطہ نسیم کی دیکھ
 صفات آئے جو آئینہ ہوا میں نظر
 صد الخلق ہے ماکر ہوا سے کیا ہو فرق
 عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے
 غریب آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
 لغاتِ ورد کہ ہیں ثبت صفحہ قاموس
 کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے رلف عروس
 لگا غوا میں و عوارض کو اعتبار نفوس
 کہ بانگ خندہ گل ہے کہ مالہ ناموس
 شکم پر خستہ کے نشوونماے صلا السوس
 کہ گل ہوا ہے مرا غنچہ دل مایوس

۲۷ قاموس عربی لغت کی کتاب میں لفظ ورد درج ہے (مخرج) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے لئے میں جنبش ہوا سے تشریح کی خوشبودار ہے۔

۲۸ زلفہ عروس کی گردہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ بب نسیم ہوا زلفہ کی کہ ہوتی ہوئی گزرتی ہے تو غنچہ ہوا سے زلفہ نافہ مشک کی طرح عطر آگیز ہو جاتے ہیں نسیم کو مستالہ مانا ہے اور اس کی اس طرف کاری کو جادو۔

۲۹ ذرا اس رد ہوا میں (صفات وغیرہ) وہ پیریں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قائم ہوں۔ نفوس سے مراد جو اہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قائم نبات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینہ ہوا (لطافت کے باعث) اب اس قدر شفاف ہو گیا ہے کہ اس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہو گئی۔ یہ خستہ = بیمار

۳۰ بزرگ دلاویں بچہ کد بلج نامہ مستفہ تھا ہوا کھانر سے کھل گیا۔ اس حسان کی وجہ میں خرمندہ ہیں

ہو ہے کون سی ایسی مگر دینے کی
 شرفِ مدینہ کو جس سے ہے ہونہ ہو وہ ہے
 جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جاں اُسکا
 جو شمعِ نریم کہوں اُسکے روئے تاباں کو
 وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دم ہوا
 جاں مطاع۔ شہنشاہِ آفتاب نشان
 سیاہ چشموں کو مشکل نگاہِ دزدیدہ
 نگاہِ بانیِ عصمت سے وہ رواجِ حیا
 دم مسج کو ہے جسکی حسرتِ پابوس
 جسے بتاتے ہیں محبوبِ حضرتِ قدوس
 تو دیتی دل کہیں یوسف کو دخترِ طیموس
 کتان و ماہ بنے نورِ شعلہ فانیوس
 جو خلق کا سبب اور باعثِ معاویہ
 فلکِ سرریہ۔ قمرِ طلعت و ملکِ موس
 یہ اوس کے حفظ سے ہے ملکِ معدِ کجوس
 کہ چار چشمِ نھوں نرگس و ادا فیوس

۳۲ دخترِ طیموس = زلیخا۔ شعر میں استفہامِ انکاری ہے۔

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں جائے کتاں پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر
 آنحضرت کے روئے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جائے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلہ
 شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتاں کا۔

۳۴ معاویہ بنی نوں مخلوق کا عالمِ آخرت کی طرف لوٹنا۔ ۳۵ جہاں مطاع = جہاں فراہنوار ہو
 ۳۶ کشورِ عدل میں حضور کا اس قدر انتظامِ زیرِ دست ہے کہ چوری تو بڑی
 بات ہے۔ سیاہ چشموں (معدنوں) کو نگاہِ چورانا بھی دشوار ہے
 ۳۷ ادا فیوس۔ ایک قسم کا بچہ جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ
 دیتے ہیں چار چشم ہونا دو چار بونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مُسے ہے دور عدالت میں دیکھ شیریں
 کرم میں دوں اوسے نیاں کس طرح تشبیہ
 کہ جسکی بخشش بکروڑ کو وفانہ کریں
 یہ جی میں ہے کہ پڑھوں وراکے مطلع
 شباں کی ضربت بیا سے نالش جاموں
 کروں میں جان کے کیونکر ترقی معلوس
 ہزار سالہ گمراہ سے قلمزم و قاموس
 جو ہر اک تنفس کی منبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبِ یارِ عجوس
 ہمیشہ عفو ترا مطالب گنہ گاراں
 ترے حسود کی نسبت سے جل ہی ہے بڑکیوں
 تری غلامی کی دولت سے خاک پا بادل
 ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زارِ شمس
 دمامِ رحم ترا در دمسد کا جاسوس
 ہجومِ شعلہ سے دوزخ ملے کفِ افسوس
 سفیدہ رخِ فقور چین و خسر و دوس

۳۱ آپ کے مبارک حمد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگرچہ والا بھینس کو مارتا ہے تو وہ
 شیر سے نالش کرتی ہے۔ عریں = جنگل۔ بن۔ ۳۹۔ قلمزم = سمندر۔ قاموس = سمندر
 کے۔ عجوس = برسنے والا بادل۔

۳۲ دوزخ کے جلنے کی حسنِ تعلیل یہ بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلیع
 کے دشمنوں سے یک گونہ نسبت ہے۔ اسوجہ سے اوسکے مقدر میں
 جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کفِ افسوس ملتی ہے۔ شعلوں کے باہمی
 تضاد کو کفِ افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

۳۳ سفیدہ = پاؤ ڈر۔

خمیدہ کس لیے نہ آسمان سے تھے کھلا
 بہا میں دیتی ہے ماری فینہ باز میں
 سے احتساب تر مانع لباس حریر
 ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو اگر
 یہ شے کو نہی جہاں سوز نے جلا یا
 زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں
 فریب وعدہ یہ چھوڑی توں نے جھوٹ قسم
 نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترایا ہوں
 یہ بڑھ گئی ترے سکھ سے قدر یا فلوں
 نہ پھنیکے ہوئے کہیں رخ اٹلس میں
 نہ نکلے سعید تر سائیں مالہ نائوس
 کہ منع نہ کر کے فرق صراحی و فلوں
 نہ آسمان کے واژہ دل سے مدام کہوں
 سنا زبکہ زباں سگری عید غموس

۱۴ فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنی پیسہ کے ہیں اور پھل کے سنے کو بھی کہتے ہیں
 یہاں اس لفظ میں ابہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکھ
 رائج کی قدر و قیمت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماری زمین میں
 دینے دینے کو تیار ہے۔

۱۵ اطلس۔ جائیداد ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو
 بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اس پر کواکب نہیں ہیں۔

۱۶ حضور کی جہان سوز (جہان کی جلانے والی) ممانعت کا یہ اثر ہے کہ شراب جسکی آپ کے اپنے
 سناہی کر دی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فلوں شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا
 ۱۷ کیوس جمع ہے کا سہی بچنے پایہ۔

۱۸ غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شیخ میں مذاہب کی وعید آئی ہے۔

وہ میرا خدا ہے زخمیوں کا شکاری

دو نیم یوں تیری شمشیر سے لگا دے

ملا دے گازیں گا دھج سے نیزہ

اگر کہ مدد سے یا محبت سے عزی

خالی فوس کو تیرے دو جہاں تو ہم سے

براق اس پہ ترا بڑے فرشتہ رکاب

نہ جسکے دشمنان میں مغرور یا تو میں

صد سے خود شیون جب تیرے غلاموں

ہر ان ساغر زریں کا سہا سے زور

بچھ دے تھک پہ تیر سپہر کو تراوس

تیرے ہر پہر نام اور لغزہ انکوش

کہ تاب ہر تیرے جیسے رہے ہر مارا ہر

کہاں ہو چشم بہ راستہ یا تو میں

وہ دیکھ لے تیری زین و کمان فریوں

۴۸۔ اوس جمع ہے باس کی بجائے سر

۴۹۔ دوس گزرا ہنسی یعنی جہاد میں حضور کا نیزہ گزرا زمین اور گاد چرخ (برج غز)

کو ایک ساتھ پیوست کر لیا ہے اور آپ کا گزرا شہر پھر (برج اسد) کو

خاک پر گرا دیتا ہے۔

۵۰۔ الکوس ایک پہلو کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

۵۱۔ ابرو سے فرشتہ رکاب۔ وہ گھڑا تیرے یہ فرشتہ کا۔ برو رکاب کا کام ڈکھائی دیا۔

۵۲۔ کتاب توسین۔ دو کتابوں کا فاصلہ۔ حضور سے در عالم کے قرب معراج کی

طرف اشارہ ہے یعنی جسکی سمجھ میں مابیت قرب معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور

زین کا فصل دیکھ لے۔ قریوس۔ زین کے سامنے کا اٹھا ہوا حصہ سپر کمان

رکھ جاتے تھے۔ سکوار دومیں رہا کرتے ہیں۔

ترسے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں
 ترسے خیال سے اصحاب کف کو یہ چین
 ظہور میں ہوئی تقدیم انبیاء کہ نہ تھا
 شہما ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کر
 کچھ انتہا بھی کو اکب کے دور بجا کی
 جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں
 جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رحم
 ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرقنوں و علوم
 حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں جو اس اگر
 طبیب وہ ہوں کہ ہو سوزِ سینہ بیل

۱۳ بتوں بنی اسٹیل کی ایک مٹوس عورت، کا نام تھا جس کے شوہر سے تین دعاؤں کے
 مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس نے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول
 بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۱۴ وسادہ = تکیہ مسند۔

۱۵ اگر مجھ سے سرفتر عقول و نفوس (عقل کل) مقابلہ کرے تو اس کے جو اس طائے ہیں۔

۱۶ گل نام (معشوق گلزار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور
 اور گل کے تصور سے سینہ بیل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

جو ہوں معالج مبطون تو قابض علاج
 درم ہو چارہ گر قبض نامہ دست لیم
 کپڑوں جو گردش باجم کی میں مندی
 گواہ عصمت مریم ہو کثرت اولاد
 طلسم ماہ لکھوں گریبے زباں بستن
 کرے دعائے رواج طریق جالینوس
 کیا ہو میں نے جو تجویز وزن مغفلوس
 فدا ہو وجد میں آکر روان بطلموس
 عقیبہ مجھے سے گریبان شکل عروس
 بنائے مہر دہن چرخ نقطہ جاسوس

۳۰ مبطون = وہ مریض جسکو اسہال کی بیدری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو معد کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۳۱ اگر میں کسی مریض کے لیے مغفلوس (المتاس) ایک درم (وزن) تجویز کروں تو اسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجائے کہ وہ بخل کے ہاتھ کا قبض یعنی بخل تک وہ نہ کر دے۔ مغفلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۳۲ شکل عروس = اقلیدس کی ایک کثیر التالیج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں باجمہ عدوت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہو جائے۔ اور صاحب اولاد ہو گویا اسکے کثرت اولاد دیکھ کر دنیا کو حضرت مریم صدیقہ رحیمہ علیہا السلام

حالت درخشندگی میں سیدنا عیسیٰ پیدا ہوئے کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ۴۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اسکے خواص میں دشمن کی زباں بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطہ جاسوس تک میں آسمان مہر دہن کا اثر پیدا کر دے۔ نقطہ جاسوس = وہ نقطہ جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیے لگا دیتے ہیں۔

یقین کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو
 جو میری شر کے دیکھے لائی منشور^{۴۱}
 بفرض کر کرہ خاک کو کہوں دائر^{۴۲}
 فنون نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ
 مرے کلام ثریا نظام کا منکر
 جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر نشانی
 دئے ہیں میرے حسد نے ریس ہزاروں داغ
 پڑھوں جو میں نے دوری دعا بدلتیوں^{۴۱}
 اٹھائے مسند حشمت حجاب سے کاؤس
 شکستہ اسپ گلی ہووے پشیمان فردا
 طریقہ شعراے سلف ہوا مٹو سس^{۴۲}
 وہ تیرہ روز جو برجیں کو کہے منحوس
 شریک دروہوں محمود و نکتہ پرور طوس^{۴۳}
 روا ہے باندھے گر عذیب کو طاباں

۴۱ ایک دعا ہے جو دو شخصوں جدائی کے لئے پڑھی جاتی ہے زہرہ و خورشید کا
 اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنی معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے
 درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ ۴۲ بے پروے ہرے موتی۔
 ۴۳ بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا ٹکستہ گھوڑا بھی جاندار
 گھوڑوں سے آگے نکل جائے۔ بہت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فردس
 جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

۴۴ شاہ ہوا۔ ۴۵ برجیں۔ ستارہ مشتری جسکو سعد اکبر کہتے ہیں۔
 ۴۶ نکتہ پرور طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی)
 اور اپنے نخل سے نخل ہوا در فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار
 لہذا درود دل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش دیکھ کے رنگینی سخن کا مری
 خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس مومن
 ہے جب تک گل و بر قسمت نہال شجر
 مدام بھولے پھلے دوستوں کا نخل مر
 حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مردوں
 کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس
 ہے جب تک لالہ میں داغ حسرت و بوس
 زمین داغ عدو کا رہے دل مایوس

۴۷ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور خوبی .. دروس - پھٹا پورا نا۔

۴۸ بوس = شہت غم۔

(۳۷) مشقبت امیر المومنین سپیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں بھی کیونکر
داؤ خواہوں کے شور سے دیکھو
آہستہ نے بھی اس زمانہ میں
آتش لعل شعلہ جانسوہ
جسکو دیکھو سرمایہ سدا
ذکر انساں سے دایم جزا ہو
جسے بے اشتیاق و ہرانی
نہ امیروں کو پاس بندہ عدل

ملک الموت ہے ہر ایک بشر
چونک پڑتا ہے نذر محشر
تیغ کے سے نکالے ہیں جو ہر
آنسو نسیاں ہے ایک بدگوہر
کیا ہوا کر نہیں ہے سہیں بر
آدمی سے پری کو آئے حذر
شاہ فرما دیے ستوں کشور
نہ رعایا مطیع و نہ سراں بر

۱۔ انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کاپیا پٹ ہو گئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے
شعلہ جانسوہ کا اثر رکھتا ہے۔ اور آنسو نسیاں (روح موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہو گیا ہے۔ آتش لعل
لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بہ شعلہ جانسوہ کا ہے نسیاں اور بدگوہر کی رعایت مختصر نہیں
۲۔ عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی
آبادی کے بجائے ویرانی مد نظر رہتی ہے، گویا بادشاہ فرما دیں اور ان کا ملک بے ستون
بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرما دئے دودھ کی تر نکالی تھی۔ فرما د
ایک مزدور تھا جسے شیریں (ملکہ بیان) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہر ستمِ زمان کا خطاب
 کتریں خانہ زاد طعنہ زن
 ہیں گدا پر غرور و شہر و یہ
 چین آرا کو رسمِ پیرانش
 دشمنِ جانِ عاشقاں ویدار ^۱
 خاص وہ مایہ دل آشوبی
 وہ جو سرکاٹ کر پشیمان ہو
 وہ نہ لی جینے حال کی میرے
 وہ کہ مومن کی ضد سے مومن ہو
 ہاے مجھسا عزیز ہو یوں خوار
 جو کرے قتلِ خرد و سالہ پسر
 طرزِ صرفِ ملاستِ ماور
 بگینہ جو کیا ہے خونِ پدر
 اک بہانہ ہے ہر قطعِ شجر
 گر نگہ تیغ ہے مژدہ خنجر
 جسکا ہمیں غم نہ ہو جاں بر
 رحم گرا آئے نیم بسمل پر
 عدا کیا کہ بھول کر بھی خبر
 یہ گرا سکے لئے بنے کا فر
 حیف خورشید زیرِ خاکستر

۳۔ دلیل سے دلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں پنہ بچہ کو ملاست کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

۴۔ شیر و یہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جس نے اپنے باپ خسرو پر دین کو قتل کر کے حکومت حاصل کی تھی۔

۵۔ محبوب کا دیدار بچا جانے والا ہو گیا عشاق کا قاتل ہو گیا اور اس کی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژدہ خنجر کا۔

۶۔ کافر معشوق کو مومن سے اس قدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اس کا خاطر کا فر بنے گا تو معشوق اس کے جلانے کو مومن (صاحبِ ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نافرمانی
 اوست دینا تھا رحم نوشتا بہ
 اوست بلقیس گرینا یا تھا
 زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوست
 یاں بھی ہوتی کلاہ زریں گو
 ملک پرویز چاہیے تھا مجھے
 روتے ہیں تیری جان کو ظالم
 سینہ صافوں کو سلک مروارید
 لب رنگیں بیاں ہے اور خوں آ
 میرا دوج کمال فال اختر
 مجھے دی تھی جو عقل اسکندر
 میں بھی زبندہ تھا سلیمان فر
 مجھے لازم تھی شاہی معجز
 تھی جو داں سر یہ گوہر خادر
 اوست شیریں چشم کیا تھا اگر
 ایک میں کیا کہ سارے اہل ہنر
 نہ ملے جز سر شک دیدہ تر
 تیرہ باطن ہے اور مئے احمر

کے فال اختر = بد نصیب۔

۱۔ نوشتا بہ ملک برودع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکند قاصد
 بن کر گیا تھا۔ اوست بعد کو نوشتا بہ نے سکندر کو پہچان کر اوست کا اعزاز اکرام
 کیا تھا۔ آئندہ شعروں میں ملک باکی ملکہ ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان
 ہو کر حضرت سلیمان کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک
 حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

۹۔ کلاہ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنٹی لگی ہو۔ گوہر
 معجز = موتیوں کا متعجب۔

قاضی مشتری کمال سے ہیں ہندوان زحل شیم بر تر
 منشیان عطار و آسا کو نور خورشید نور حسرت زور
 صدر انجم شناس سے تاباں سر کا مل کی طرح وارع جگر
 ہوس خوشہ سے بسان میناں عید خورشید و ذریشہ ہر پور
 من و ساوا کباب مے آلود ز ابداتے ہیں جوع سے منہ مظر

۱۔ قاضی مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سماں رکھتے ہیں۔ مشتری درجیں (ایک
 ستارہ) کو قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی فعلت رکھنے والے رکواں (ایک
 نخل ستارہ) کو شہ و فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چبٹے آسمان پر اور زحل ساتویں آسمان پر۔
 ۲۔ عطار و جیلد تہہ رکھنے والے فشیوں کو نور خورشید تو کہاں میراں نذر کی حسرت میں جلنا
 نصیب ہے۔ عطار و ایک ستارہ ہو جسا کو منشی یا دبیز فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زکر کی باہمی شاہد ظاہر ہے۔
 ۳۔ صدر = سینہ۔ انجم شناس = نجومی۔

۴۔ شہر پور = کوہ کا مہینہ۔ اسس ماہ میں آفتاب برج سنبلہ میں
 (تر)ی فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہ
 شہر پر بعض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لئے عید کا حکم رکھتا ہے
 ۔ نور آفتاب پرستوں کی طرح اس کی خوشی مناتے ہیں۔

۵۔ من و سلوئی = ترغبین و طیر جو غیب سے بنی اسرائیل کیلئے بھیجے جاتے تھے زاہد عرب
 ۔ عقد مجرب ہوئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو من و سلوئی کی طرح نفست غیر تر قہہ سمجھتے ہیں۔

پا کے الزام دستِ خالی سے
 آبِ دُناں کے لیے گِر و رکھیں
 شعرا کو یہ آرزو ہے شعیر
 کاشم آئے نہ نفی شیریں
 سردرانِ سپہر مرتبہ ہیں
 کھائے وہ سرمہ صفا ہانی
 دیکھے نرگس حسد سے جانبِ گل
 واعظوں کی زباں پہ آتا ہے
 فلسفی پٹیا ہے اپنا سر
 رستمان زمانہ تیغ و سپہر
 خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردہ خر
 طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر
 بسکہ جاہل نواز و دوس پرور
 جسے لکھتے کمال نورِ بصر
 خوردہ ہیں ہو گئے ہیں اہل نظر
 بر ملا شکوہِ قصصا و قدر

۱۵۔ آب کی رعایت سے تیغ اور زمان کی مناسبت سے ہر کالفظ لانا خالی و لطیفین

۱۶۔ شعیر = جو نیم خوردہ خر۔ گدھے کا جھوٹا بیٹا بچا ہوا کھانا۔ خوان عیسیٰ سے مراد وہ خوانِ نفیست ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

۱۷۔ سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہل ہنر جن کو کمالِ اصفہانی ایسا شاعر نورِ بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عدا سرمہ کھالتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے۔ اور بے ہنری کے لباس میں جا کر جاہل پر درامیروں میں رسوخ حاصل کریں نورِ بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے۔ واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا۔ اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے۔

۱۸ بن دندان سے کھائے نال قلم
کے مفتی سوال کو واجب
خاک اور اتا ہے پشت آئینہ
بھلے بھولے ہیں بے خرد کیا دور
سختی و کاپلی کی دولت سے
باندھتے ہیں سخن سرا سوزوں
جام مزود کا نسا نہ کوسیں

خوش نویسوں میں جو ہے سر دفتر
کسب مفقود جو ہوے یکسر
دیکھ کر زنگار۔ آئینہ گر
بہر محنوں بھی گرے آئے ثمر
دامن کوہ میں ہیں لعل و گمر
کس طرح ہو نصیب سر و کوبہ
چارہ فرمائے علاج سہر

۱۹ نال قلم = قلم کا ریشہ = سر دفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس
قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جائے گا۔
۱۱ آئینہ گر پشت آئینہ کو زنگار دیکھ کر خاک اور اتا ہے کہ میری
نسبت میں اتنا بھی ذر نہیں ہے

۱۲ سحر = بجوابی = مزد ایک کا فر بادشاہ کا نام ہے۔ اس پر بہار
عذاب ایک مچھیرا کیا گیا تھا جس نے مزد کے دماغ میں داخل ہو کر
اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام مزود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات
کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکمانے مزد کے لیے سات طلسم تیار کئے تھے۔ ادن میں
ایک حوض بھی تھا مزد اور اسکے درباری اس میں شراب درد دہری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے
اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ کہ فسانہ سننے سے نیند آجاتی مگر تدبیر کی دانوشی دیکھتے کہ مزد کا فسانہ جویرا

کافر دں کو بھی گونہ گونہ خطر
مقتدی تاسنین فلا تنہر
چہ نہ ناداں ہوتے ہیں نام اور
راکھ ہیں شاعر شتا گستر
کے میری بلا کو ہو چکر
حکما کو سنا جو ہے کافر
بس کہاں تک یہ ناستودہ ^{۱۳}
تاکہ طعنہ ^{۱۴} قمر جا کر

کے لائحہ سب کا مژدہ ہوا
جب نہ تب والے پڑھے ہوام
قدر دانی کا نام ہی نہ رہا
اک امیر سخن شناس نہیں
کھینچے گربادشہ کو عرش سر پہ
صدر اسطو کے سے مانے برا
اے لب یا وہ گو سے پرزہ در
کب تک شکوہ جفا کے فلک

۱۲۔ دَنْ ثِقِ الشَّيْءُ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ حَيْثُ لَا يَخْتَسِبُ دَنْ ثِقِ الشَّيْءُ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ حَيْثُ لَا يَخْتَسِبُ
(اور جہاں سے ڈرتا رہے گا اللہ اوسکے لیے گزار دی صورت پیدا کر دے گا اور اسی جگہ سے نفع
دیگا جسکا اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کر گیا خدا اوسے کافی دے گا مطلب یہ ہے کہ
جب متقی لوگوں کو جناب الہی سے بہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو مقتضائے دنیا
جنت الکافر (دنیا کافر کے لئے جنت ہے) اس میں اور فیکری کی زندگی بسر کر رہے تھے خطرہ پیدا
ہو گیا اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ ہمیں عیش و تنعم ملے گا تقویٰ کے مفاد پر قربان نہ کر دیا جائے۔
۱۳۔ فلا تنہر خبر ہے پوری آیت کریمہ کا۔ وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو نہ تھکر) آیت سورہ الضحیٰ میں ہے
۱۴۔ ناستودہ سمر = بیودہ افسانہ ۱۵۔ قمر جا کر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنی جا کر
قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدم کے زمانہ سے اس وقت تک دور فرمانا گیا ہے۔

جو کوئی نہیں ہمارا کام
ایسی باتوں سے خاشی بہتر
پڑھ کوئی وہ تنہا کہ اندھی
خستہ احتیاجیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر
جو مری سُن لے میں بھی اُسکی سنو
کیا کہوں جی یہ کیا گذرتی ہے
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں
یہ یقین یہ کہ خاک ہی میں ملے
نکلے ارمان کیا کہ نکلے پہنچ
دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم
تاب رخسار و تیرہ روزی سے
نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا
وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں مہم
ماغین زکات میں اغیار قی
یاد ایام نصفت سرور

۲۵ نصیحت گر = ناصح بریاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیے باوجود مفلسی سونے کی
سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

۲۶ حضرت صدیق کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنہوں نے نصیحت کا سنا انکار کیا تھا۔ واقعہ اللہ کا



مستدار (پورن نام)
 اٹھائے گا ہی کا پسند عرش مقام
 ملکِ دل سریر۔ جاں خرگاہ
 سینہ سرشار ہر یزدانی
 لب وہ آبِ حیات جسکے لئے
 آرزو پاؤں میں پئے خورشید
 چرخ و آشوبِ دوریں اُسکے
 کیا گئے کوئی خوبیاں اُس کی
 لکھے اُس ہاتھ کو جو بیجہ ہر
 ذکر میں اُس کی جو دیہم کے
 خاک بن اُس گلی کا ڈالے ہے
 ہم بہا اُسکی درفشانی سے

اولیں جانشینِ پیمبر
 آدمی صورت و فرشتہ سیر
 شاہِ دیں تاج۔ سعادت کشور
 چشم لبریزِ جلوہ شہر
 شہنہ کامِ حمد آرزو کوثر
 ذرہ اوج پایہ منبر
 جوش یا جوج و سد اسکندر
 اک سخاوت شمار سے باہر
 ذرہ پاؤں رواجِ خود وہ زہر
 مبتدا ایک ہے ہزار خبر
 خاک مذکور گنج قاروں پر
 تارِ اشکِ یتیم و سدا گہر

۱۷۔ خورشیدِ مدوح کی قدیم ہوسی کی خواہش کہتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایہ منبر تک پہنچنا
 اُسکے لئے اعلیٰ درجہ شرف ہے۔ ذرہ۔ بلندی۔ آفتاب کا شرف اُسوقت ہوتا ہے جب وہ برجِ حمل میں جاتا ہے
 ۱۸۔ چرخ بجاے مصدرِ آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے
 ہے جس طرح سدِ سکندری قوم یا جوج کے جوش کو۔ یا جوج یا جوج درمفسد قومیں تھیں
 جن کے روکنے کے لئے سکندر زوالِ قرنین نے ایک دیوارِ بنادی تھی۔
 ۱۹۔ آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا سمِ قیمت کر دیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات کچھ نظر میں نہ آئے تو دیکھتے خلق ایسا کہ ذکر میں جس کے دم بھرے، اُسکے کو بے دلکاش کا بسکہ۔ یہ کین و دشمنی اُسکی ربط سے زخم ہائے اعدا کے رافت اُسکی موجب ضعیف نواز جب اولوا الفضل منکم اسے حاسد

ملک خاقان و حشمتِ قیصر
پنجہ خور کو اس کا دستِ نگر
بھوئے عاشق حکایتِ دلبر
باغِ حشمت میں بھی نسیمِ سحر
قدر کاہ و بہا شکنِ گیسر
قطرہ خون ہو مشک بارِ دگر
آب ہو جائے شرم سے عنبر
اُسکے حق میں کہے بہاں داور

نتا جو مدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ دلیں ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ کے دشمنوں کے زخم پر (زخمِ صحت کرنے کے لئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور تا پتیر قطرہ خون پر جاتا ہے۔ مشک ہرن کا خون ہوتا ہے جو حصہ کے بعد منجم ہو کر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۱۱۔ علیر مشہور نوسیبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ضعیف ہوتا تو مدوح کی نگاہِ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت
وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنَ الْفَضْلِ وَالْكَرَمِ أَنْ يَأْتِيَنَّكُمْ أُولُو الْقُرْبَىٰ (آلہ) (تم میں سے بزرگی اور تقویٰ والے اپنے قریب و ارحم کو دینے والے کی قسم نہ کھالیں) یہ آیت حضرت صدیقِ اکبر کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ جب انھوں نے اپنے ایک قریب و ارحم بری صحابی کا وطنیہ ان کی خطا پر ناراض ہو کر تہد کر دیا تھا۔

فضیلت میں کیا سخن۔ یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے بہتر
حکم سے اُسکے بے سوساں
اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع

مطلع ثالث

اے سید کا دم رواں پرور
گر مئی التفات سے تیری
ہے سر اُپا تو ہرہ تریاک
ہے تڑے خار جیب کا قصہ
تو وہ سلطان کہ بارگہ تری
قصر جاہ و جلال میں تیرے
ذرہ خاکِ دُر کی تابش سے
زندگی بخش دین پیہر
خشک ہو عاصیوں کا دامن تر
تجہ کو کیا نیش مارے ہو ضرر
سُدریانِ مسود کو نشتر
پست کا شانہ ہے فلک منظر
خبر کیواں سے یا سبانی زر
جل گیا ہر آتشیں پیکر

۳۳ ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیق اکبر کے ساتھ خارِ ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے
سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جس میں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا
انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا
حاصل ہوئی۔ ہرہ تریاک جو سانپ کے ذہن کو دودھ کرتا ہے۔

۳۴ ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہِ خدا میں اپنا کام گمراہ کر دیا جسم ٹھکانے کے لیے مریض کیل
رہنڈیا جسکو کھانے کے خیال سے کاٹل سے سی دیا تھا۔ خیرانِ مسود = حاسد کی رگ۔

تیرے رہنے کے گزشتہ
 ماجرا میں کے تیغ کو تیری
 زار کرتے زبان کشتی سے
 دیکھ کر گریز خار دار
 تیری چین کندہ بخش کا
 کچھ بے تاب نہیں جو چڑھ جاوے
 کہ ہے تیری لہر جاکت فطرت
 تیری تلواریں وہ آج کہ گبر
 دیکھ کر تیری تیغ کوہ شکاف
 خط نصف انہار پر محسوس
 دور نصرت میں تیرے فتنہ کا

ٹوٹے دو لایو چرٹ کا محور
 الاماں الاماں کشتی کا فر
 یہ بیاں کیسے کہی نہ بھر
 ہوزرہ فرق قسم پر منظر
 دم بھر سے غم و دم ازار
 قلند چپکٹ پر تہا سہل
 جیش منور میں ہر ایک بشر
 چھوڑ دیوینا پرستش آذر
 ٹوٹ جاتی ہے سرشار کی لہر
 اگر فتنہ کو نہ دہنا سے پیڑ
 پاس انہار کھٹ کے لہر

۳۳ منظر خود اندر میں پاتا ہے یعنی زرد کی طرح اسی سوراخ پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۴ خط نصف انہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو
 ڈھال کی نگاہ میں لائے تو خط نصف انہار باوجود خط ہجوم ہونے کے محسوس ہونے لگے
 گویا آسمان کو ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔

۳۵ انہار کھٹ جہاز پرست ہوگئے جو دقیا نوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ
 کو ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ وہ اب تک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپ کے
 دشمن کی ہمت نہ تھی کہ انہار کھٹ کے پاس سوراخ پر کھٹ انہار

تو وہ عادل کہ ذکر کسری میں
 نرد بانوں کو عہد میں تیرے
 دزد چوری سے جی چراتے ہیں
 فتنہ سازوں کو وہم فتنہ نہیں
 بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے
 خم و اثر وں فلک سب سے تہی
 عیب جو خوردہ ہیں کا یہ احوال
 ذکر میں انتظام حق کے ترے
 خوف خصمت سے تیرے آئے جو پاک
 لکھے گر ہے تیرا شغل۔ بالفرض

عدل کی تجھ سے واد چاہے عمر
 شش جہت جیسے تھرہ ششہ
 گو نہ ہووے ذرا مقام نظر
 دل ترا ہے جو کاشف مغنم
 کف مار سیہ مئے احر
 دور بگذشتہ گردش ساغر
 دوپہر کو فلک نہ آئے نظر
 مترادف ترسم و کیف
 شمع پروانہ کے جلا دے پر
 صفحہ سے محو ہو خط مسطر

۳۵ چونکہ آپ کا احتساب مورد عیب سے مانع ہے اسلئے نرد (چومر) کھیلنے والے مہرہ شمشیر کی
 طرح حیران ہیں اور ان کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ مہرہ شمشیر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے
 ہیں جو بیچ ہو جائے اور مہرہوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے۔

۳۶ آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اٹھ گیا اسلئے شراب کا قالی سبو چیخ و آوازوں کے
 خم کا حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش سزاوارتہ جاتا ہے یعنی سبوا لٹ دیے گئے
 ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے۔

۳۷ آپ کے انتظام برحق میں انعام و پاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ اسی کو نہ ابھی دیتے ہیں
 تو دراصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں۔

نہد سیم نثار کردہ ترا
 مومن باب کرد عا۔ کہ سنتا ہے
 جب تک گردش سپر سے ہے
 تیرے احباب نیک بخت مدام
 جب تک اس تیو خانہ میں ہے
 تیرے حاسد ہوں غول صحرائی
 نیکو راہ اور خوبی دار مین

ہے عروس زمانہ کا زیور
 تیری تقریر گوش دل سے اثر
 انتساب عدوت نیکی دشمن
 نیز سے اعدا ہمیشہ فاس اختر
 کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
 تیرے پیرو ہوں پیشواست خضر
 بدسگال اب سے غارتما محشر

۱۰۰ منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جو اسکی زلف کیوں اپنے عقدہ شکل
 تم اور حسرت ناز آہ کیا علاج کروں
 اچھیہ جو رہشتی پہ لاؤں کیا ایاں
 تو بوالہوس کا بھی ہرگز بھی نہ چھوٹے دل
 میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
 کہ برہمن ہوں تو رو کردہ بتان چگل

۱۔ اس لیے کہ میری شکل کی گرہ محبوب کے غم زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب
 جو ہر کس کا تمام ہے عشق کا بندہ نہیں۔

۲۔ میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے منہ نہیں لگاتے۔ بب یہ حال ہے تو حد حبت کا
 وہ۔ ال معلوم = چگل۔ ترکستان کا ایک حسن خیز شہر۔

وہ شہنشاہ برق عنان خاک میں ملا دیکے
 چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا
 میں کیونکہ مطربہ مہروش کو رام کروں
 مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور
 مژہ ہے وصل کا ہجرانِ پیشتر۔ یعنی
 ہوں بیگناہ و لے خوں بہا معاف کیا
 خدا سے قدرتِ مجدد۔ جیہ کیا انصاف
 جسکے فتنہ گری رنجِ عشق سے یا جوج
 یہ کیا غضب ہے کہ تلو تو رہا غیر سے۔ او
 جلا پڑے میرے غبارِ دل سے تو رنگ

اگر ہو حسرت و تباہ گردی محسوس
 غضب ہے شوقِ رسائی و دوری منزل
 چلے نہ زہرہ پہ زہارِ جادو سے بابل
 بلا میں ہوں شبِ یلدا میں چرخ سے مادل
 گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل
 کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہ وقائل
 کہ تو ہنسا سے نہ لو روفا سے ہوں میں خجل
 نہو سکے کبھی سہ سکندری حائل
 مجھے یہ حکم کہ نہار تو کسی سے نہ بل
 فنائے آئینہ کے بعد بھی نہ ہوزائل

۱۔ کیونکہ یہ ایک بے سرو پا انسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت
 دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پر عاشق ہوتا اور پھر اس مطربہ کا
 آسمان پر ستارہ بن کر اڑ جانا بیان کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ نحوست اسلئے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے۔ شبِ یلدا
 سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات۔

۳۔ ہجر کے بعد اگر وصل میر ہو تو بیسود بچول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل۔
 ۴۔ اگر قوم یا جوج عشق سے فتنہ گری سکھ لے تو بہت سکندری بھی اسکو نہ روک سکے۔

میں اپنی شہتی طوفان سیدہ سے خوش ہو
 وصال غیر کے طعنوں سے جلا اُس کا
 نئی طبع سے میں کرتا ہوں اب غزخوانی
 کہ یہ عیش میں کام نہنگ سب سائل
 کہاں وہ گرمی صحبت کہ خود ہو میں خجل
 عدو بھی چاہیے اس نمرہ کے ہوں قائل

مطلع ثنائی

دل باب کی بار ہو اسی بے بیگانی
 فناں کہ دلبر خود کام سے پڑا مجھے کام
 وہ تندر خو کہ اگر جو سے پیشیاں ہو
 وہ پُر فریب کہ ہوشیں تغافل ناز
 وہ سخت گیر کہ رمو سے نہ طاقت جنبش
 وہ بیوفا کہ مکر جاسے جاں شکست تک
 کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گد دل
 حصول کا رہے بیکار و سچی بے حاصل
 تو بہر عذر کرے ناز ہاے تاب گسل
 ہمیشہ حالت عاشق سے گر رہے غافل
 تو نیم جان غم عشق کو کہے کا ہل
 کرے جو وعدہ روز جزا دم بسمل

۱۔ گویا عشق نے وریا میں لقمہ نہنگ بننا ساعل مقصود پر پہنچنا ہے۔ یا ساعل مقصود پر پہنچنا
 لقمہ نہنگ ہونے کے برابر ہے۔ بہر حال شعر میں محبت کی ایزد پسندی پر زور دیا گیا ہے۔
 ۲۔ عشق کی ادائیگی اس قدر عاشق فریب میں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور لودھر
 دل کو تغافل ناز کا گمان ہوتا ہے۔ تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود یک گو نہ
 التفات ثنائی کا پتہ دیتا ہے۔

۳۔ اُس کے وعدے اس قدر کم دیر پا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق کی) باکئی کے وقت
 قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم توڑنے تک فوراً مکر جاتا ہے۔

وہ شمعِ نجمین نمازِ ہائے حوصلہ سوز
وہ جنگجو کہ اگر سے رشکِ دشمن بھی
وہ بے نیاز کہ سیلے بھی اگر کباب میں ہو
وہ بدشعار و نادر دلاور با جس سے
وہ شوخ بہ سببِ آزار و سبکدوشِ نوزیر
وہ نکتہ دہاں کہ تقیہ کو چاند میں کیے تا
وہ دورِ مہر کہ خدا پر کرے بدانتہا بہت
وہ کج اور اہمّیٰ خود پسند کا فرکشیس
وہ غنہ گریب حق ناشناسِ انصاف
امامِ اہلِ نقیب شہرِ یارِ کشورِ عدل

جو سمجھتے تھواری مشتاقِ رونقِ محفل
تو بیجائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل
نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پس محل
امیدِ جیلِ خطا۔ ترکِ آرزوِ مشکل
کہ جرمِ قاتلِ عثمان کا نہ ہو قاتل
وہ شکایتِ عاشقِ نوحہا سے بھل
نہیں تے خیرِ زبیں اعتماد کے قاتل
کہ حجتِ زعم میں باطل حق اور حق باطل
جو فرس عینِ گنہ گین داویرِ مادل
امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مستل

حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہل مصر کی بغاوت کے باعث ستھڑے تھے وہاں انہوں نے
ملا محبوب ایسا نکتہ دہاں ہے کہ حیب عاشقِ ظلم کی شکایت کرنا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے
تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی جب تم سمجھتے ہو یہ درپردہ کرم ہے۔ اور جسے جفا کہتے ہیں وہ وفات ہے
گو یا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد اسی صحت پر ہے کہ تقیہ کسی غرض سے امورِ قمع کے خلاف اظہار کرنا۔
ملا بہانہ کوئی فیصلہ کر کے اس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیرِ تقیہ قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اس پر
اعتماد ہی اسلئے غیرِ کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بدانتہا بت کرنا ہے جس سے اس کا
مقصود یہ ہے کہ جب خدا باوجود ثبوتِ باقاعدہ ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بند پایہ عمر جسکے قصرِ قسمت کا
 جو شمس شمسہ قصر کا ہو تو بندہ وہاں
 نہ سریرِ بطلانت میں سپر کمال
 و نورِ بطلان در ارم یوں پکارے کہتا
 یہ احتساب کی آسنے کی نکالی راہ
 حساب دفترِ حسان کسکے شہرِ سہل
 جو یوں تلخیِ خصمِ لیم سے تشبیہ
 ندا سے خاک نشیں بناؤ آسمان منزل
 کریں نہ دخلِ ظل سے مینرِ مخرجِ ظل
 محیطِ ابرنواں و سحابِ دریا دل
 کہاں ہے معین کریم اور حاتمِ باذل
 ہوا و نورِ سخاوت سے مانعِ سائل
 کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدقاتِ سائل
 کوئی لبیدہ تو سقمونیانہ ہو مسہل

مکمل شمس = چھتری اور زریں قرص جو کھنک میں لگی ہوتی ہے اگر سورج کو مدوح کے محل کے غلبہ ہونے کا
 شرفِ شمس ہو تو پھر سورج کی روشنی نصرتِ اللہ کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو
 اور سایہ کا پتہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز ناممکن ہوگا۔
 محض معن = عرب کا ایک مشہور سخن گذار ہے۔ باذل سخن۔

۱۱۔ احتساب شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی مدوح نے احتساب کا یہ نہا طریقہ
 نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی
 نہ رہی۔

۱۲۔ حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مفصل ہی شمار کرنی ہے اور سہل یہ ہے کہ محض اسی
 ایک میں آپ نے اس قدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

۱۳۔ یہاں کہ مدوح کے دشمن کے تلخی کے سامنے سقمونیانہ کی تلخی کوئی حیثیت نہیں رکھتی سقمونیانہ
 ایک کروری دوا جو سہل میں دی جاتی ہے۔ لبیدہ = کندہ ہیں۔

رہے نہ ہم خسوف اور نہ احتمال مہبوط
معاندو۔ جو کہا خاتم رسالت نے
یہ ہی خلافتِ اشد کی اسکو بس ہے دلیل
بڑھایا یہ پایہ امام رائے صاحب سے
یقین کہ راہنمائی ہے پیروی اسکی
مثال عدل میں نوشیرواں کو تاج سے غلط
رواج حسن عمل تیرے دور میں یہ ہوا
یہ جو سن خانہ کفار کی خرابی کا

ق

جو اسکی رائے سے مستغنی رہا
کہ تیرے بعد نبوت کے تھا عمر قابل
یہ ہی امامت برحق کی اسکو بس ہے عمل
کہ مشوہے پہ ہوئی اس کے وحی بھی نازل
نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہو دیوں
کہ بت پرست کہاں فاروق حق و باطل
کہ گفتگو میں بھی مرفوع ہو گیا فاعل
کہ خود گرائے کلیسا کو رہا بہر حال

۱۸۔ خسوف۔ گھٹن۔ مہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقرہ سے پستی کی طرف آنا۔

مستغنی = پوشنی حاصل کرنے والا۔

۱۹۔ ترجمہ حدیث شریف لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عُمَرُ كَا۔ سہل = فراوان۔

۲۰۔ مختلف امور میں ایسا ہوا کہ پیشور، بدخوارون نے سرورِ عالم کے حضور میں پیش کیا اسی کے

طابق وحی الہی بھی نازل ہوئی۔

۲۱۔ مفصل = مزید کرنے والا یعنی شیطان۔ آمیں اشارہ ہے حدیث (إِنَّ الشَّيْطَانَ يَفْرُقُ بَيْنَ خَلْقٍ عَمِلَ كِبْرًا)

۲۲۔ آپ کے عہد میں حسن عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہو گیا مرفوع

کے معنی میں صاحبِ رفعت و منصبی۔ نیز وہ لفظ جبر رفع (پیش) ہو۔ عربی گرامر میں قاصد ہے کہ

فاعل پر رفع ہوتا ہے۔ فاعل اور مرفوع میں اہام ہے۔

۲۳۔ راہب خال = درویش گوشہ نشین۔ راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۴۔ خرابی: خبریہ اگر شاہ چشم
 ۲۵۔ واد و چشم: اصفیوں نے دیکھا ہے
 ترے زمانہ میں صد سالہ پیر قانی سے
 نہیں ہر جان میں جاں ستم و نریا
 یہ خوف ہے کہ اگر کیجے ذکر و نریا
 مثال دوں جو زرہ پوشی مٹا صم سے
 وہ آج تیغ میں تیری کہ کتے ہیں دشمن
 گواہ سے جب تری کبیر قلندہ اصطلاح

نکو و لطیف: غنہ سے مشابہت عاں
 جبیں تہجد و امثال کے ہر سے قائل
 زیادہ تر ہیں جو انانیت فتنہ گر کا دل
 تری مثال شجاعت کہے ہوئے ناقل
 عدو سے منقبض الایمان کو ترے ہو سہل
 ہزارہ پارہ ہو سہل صمد وادہ و فاعل
 ابھی ہے ہم تو جہنم میں ہو گئے داخل
 تو کیا عجب ہے کہ کبار طرہ میں تیرا شہر

۲۴۔ خلت = اہل عیالت کی اصطلاح میں اس قوت کو کہتے ہیں جس میں ۳۸۳ خانے ہوں۔ تہذیبیت
 و راجا ہمارے لفظ = ہے کہ آپ کا گوشہ چشم دوستوں کو مطیع کرنے میں اور دشمنوں کو برباد کرنے
 میں عالموں کے مشقت کا حکم رکھتا ہے۔

۲۵۔ تہجد و امثال سے مراد تصوف کی اصطلاح میں ہے کہ انسان پر جو فنا و بقا کی کیفیات
 ظاہری ہوتی رہتی ہیں اگرچہ باوجود ان گوناگوں کیفیات کے اصل حقیقت و وجود باقی رہتی ہے۔ شاعر کا مقصد
 ہے کہ اصل میں مدوح نے کرم اور غضب کے کوشے دیکھ کر صوفیوں کو فنا اور بقا کی تجلیات جلال و
 جمال کا قائل بناد پڑا۔ واد = دوستی۔

۲۶۔ تہذیبیت: ایک قلمی شہر کا نام ہے جو خلافتِ فارسی میں فتح ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے حبشہ طیبہ میں
 زندہ کئے اشک و شکار اسلام کی حالت سنا کہ فرمائی اور کبیر کی۔ جسکے اثر سے قلمیہ کا ایک حصہ زمین پر آ رہا۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے نہر کی دُرا
 وہاں تلے میں نسیم جہاں کی ہے مہید
 وحید عصر ہوں میں عقل اولیں گوا
 یہ ہی صلہ یہی مدوح مجھ کو نہ بیا تھا
 یہ وہ تب ہے کہ مناجات کہ یا جو کروں
 سنے جو شوق شب وصل مجھ سے ماہ تھا
 مری بیاض پہ وہ رشتہ اب کے نقطے
 جہاں ہو ذکر مری دلش آفرینی کا
 اگر ہڑے مرے پیک خیال کا سایہ

کہ کتہ فہم نہ تھا ایک - مرور باذل
 اگر مہولطف ترا میرے حال کے خال
 فرید وہ ہر جہوں میں صفیہ زہاں ہر محل
 یہی سخن یہی مداح تھا ترے قابل
 تو نصیب تو اکے ذاکر سے عابدِ مثال
 کبھی نہ گردش ایام موسے کے فصل
 سینہ حبیب ہوئے گردن تبارک کے تل
 سفیہ ہر وہ جو بہلول کو کے عاقل
 گراوے شاہ سواروں کو رہر دراجل

۲۷۔ رحیمہ = نگاہ۔ فرید = کیتا۔ عقل اولیں = حضرت جبریل علیہ السلام عقل کل بھی کہتے ہیں۔ سبیل =
 نامہ مہری مجازاً قوت۔

۲۸۔ وہب = بخشش۔ بخشش بہادری بخشش غیبی ہے۔ النصیب = خاصیت جو جاف
 ۲۹۔ میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر عاشق سے جمال شب وصل کا اشتیاق میری زبان سے سنے
 تو جذبات کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اس کے درمیان حائل تو اس کے جب تک نگاہ
 نہ تھا حکایت شوق نسبتاً ہر شب وصل کا باقی رہنا ظاہر۔ یہاں نہ تھا کی نفاس سے خاص فائدہ لیا ہے۔
 ۳۰۔ سینہ = اسگندہ جو فکر بہ کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے۔

۳۱۔ سفیہ = بیوقوف بہلول الکی دلش کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر دنیا پر دوا نہ بنے رہتے تھے۔

۳۲۔ ساجل = پیادہ۔

مرے کلام سے ہیں گو نہ گو نہ فائدہ مند
یہ فیض دیکھ کہ اپنی خطا سے ہوا آگاہ
یہ معجزہ مرے سحر حلال کا۔ کہ ہے کفر
زحل پرست جو میری غزیت منظوم
اگر میں گریہ مستانہ کا کردل مذکور
ہے فرق لفظ جدید اور معنی نو میں

ادیب نبض شناس و سنجہ و فاضل
گرا اعتراض کرے کوئی حاسد چاہل
ہر ایک مذہب ملت میں جادو کا بل
پڑھے تو لعل مشک ہو دھان مقل
زمین مسکدہ ہے ابرا آذری ہو گل
نہ کیونکہ جب مرے آگے ہوا فصیح و اہل

۳۳۔ اگر مجھ پر کوئی حاسد حالت سے اعتراض کرتا ہے تو خطا پر مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے
مومن اسکو بھی اپنا فیض بتاتا ہے کہ معنی کو علم سے بدل دیا۔

۳۴۔ سحر حلال = شعرو باجود جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر
جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ کلاشیاء و تحریف باصناد ادا
حلال اور کفر کا مقابلہ واضح رہے۔

۳۵۔ اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا جو منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو
بن جائے قاعدہ ہر کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں۔ غزیت = منتر مقل ہو گل

۳۶۔ ابرا آذری = وہ یارش جو پوس کے بیٹے میں ہو۔ ہماوٹ

۳۷۔ ا فصیح و اہل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سبحانی بھی و اہل ہے اس میں
یکمال تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایک بار بولتا پھر مکرر نہ کرتا۔ یعنی
وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معافی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں ممکن
 خموش تا بجایا لاف ہائے بے معنی
 دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آس سے
 نصیب روز جزا جب کرے نزول طلال
 موانع توں کو بہشت و ترقی درجات
 میا و طعنہ طول مقال دے مبطل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

سہی حسرت دیدار تو مرزا و شوار
 بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ
 دور اتنے رہے محرومی قسمت کے ہم
 دیکھ اتنا میں ترے عشق میں دیا کہ ہوئے
 دم شماری کی مری عمر پر تار و ز شمار
 راز دل غیر سے کس طرح میں کرتا ظہار
 سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتان فرخا
 جلوہ گر ہر گیارہشت سے بے تاکسار

۳۸۔ مبطل = باطل کرنے والا کنا یہ ہے مخالفت سے۔

۳۹۔ ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس۔

۴۰۔ اس جملہ میں تحت شعلہ عاقل فاعل اور نزول طلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے۔

۱۔ فرخا ترکستان کا ایک مشہور جشن فیز شہر ہے۔ یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور ہیں کہ انکو مشہور کیا

فرخا سمجھے۔
 ۲۔ ہر گیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھنی کہتے ہیں۔ اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ
 جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلافت ہو جاتا ہے۔

جے سب قتل سے آیا نظر انجام اپنا
 دھوم ہے تابش خورشید قیامت کی مگر
 درِ سر میری شکایت نہیں یہ تم کو
 تاب بھی دیکھ کر اس بت کی تجلی نہ رہی
 پینے تو غیر کے بھیجے ہوئے کٹھنے نسوس
 خاک ڈالی ہو جو سر میں تو اسی کوچہ کی
 حیف حد حیت اگر غیر کے دم میں آئے
 سیر کو باغ میں وہ شاخ گل آجائے اگر

سر نہ دیدہ دشمن ہے مری خاک مزار
 مجھ سے اللہ نہ پوچھیکا عذاب شب تار
 بزم دشمن میں جو ہے پی ٹھی سو اسکا ہر شمار
 میری قسمت میں نہ تھا ہائے خدا کا ویدار
 دست گل خوردہ مرا ہونگے کا ترے ہا
 یوں میں لو انہ ہوں پر کام میں اپنی ہشیار
 میں اسی بات پہ مڑنا تھا کہ تم ہو عیار
 سر و شمشاد سے قمری نہ کرے فرق چنار

۳۔ مجھ جے سب قتل موت دیکھ کر قیامت کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایک دن
 یہ انجام ہونے والا ہے۔ گویا میری خاک مزار اسکی آنکھوں کا سر رہ بن گئی۔

۴۔ تا ستر خورشید قیامت کی بڑی دھوم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذاب شب
 تار ایک جوتہ پوچھے گا ورنہ اس عذاب (تابش خورشید) سے کیا نتیجہ۔ یعنی خورشید عشر کی دھوم
 جب ہی تک ہے کہ میں عذاب شب تار بیان نہ کروں۔

۵۔ یعنی اگر اس امتحان میں پورا کرتا تو شاید آخرت میں بھی دیدار الہی کی تاپا سکتا۔ اُمید جو ہمیشہ پہلاؤں کا لگا رہا
 ۶۔ دست گل خوردہ۔ وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو۔

۷۔ اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آجائے تو اسکے سامنے قمری سر و شمشاد کو بھی ایسا ہی حفر
 سمجھ جیسے چنار کو۔ قمری کا عشق سر و شمشاد سے مشہور ہے۔

بہم سے دشمن نے ترے راز کئے مستی میں
 پرکسش گور کا اب ڈری غلط فہمی سے
 بے وفا ہوا موس اور آپ تم گریز ہے
 کیا ترا تہ مرا تہ خون سے ظالم
 حور کا ذکر ہو سناک سے کراسے و غلط
 میرے سینہ پر قدم زور سے مت رکھ ظالم
 کس کی دل گہری بیجانے جلایا جی کو
 پہلوئے غم میں نہ جانے یہ خمارے ساقی
 بات سیری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں
 غیہ کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے
 نور خورشید سے چرم قمر کی تابش
 بہم رسوائی اور اندیشہ بنامی سے

ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جام شراب
 ہائے جو دشمن جاں تھا اسے جانا دلدار
 نہ تمھارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار
 واں سے آتا ہی کیے باز دہان سو فار
 مجھ کو انت کے سوا اور سے کیا ہے سرو کا
 ہاں چہچہ جائیں کہت یاہر کہیں دل کے خا
 کہ ہے ناکستہ گلشن مری خاطر کا غبار
 ہوں میں خمیا زو کش حسرت آغوش کنا
 وہم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشق زنا
 یہ نہ سو جھا کہ پراسر کوئی زیر دیوار
 سے ہو کیوں نہ فرزد حسن رخ ماو خدا
 کیا کروں کرتہ سے کا دشت دل کا اظہار

۱۔ زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی۔ مرتے کے بعد پرکسش گور کا خوف کھائے جاتا ہے۔ مردہ
 ہم فکر قیامت دارد + آرمیدن چہ قدمہ شوارست۔

۲۔ یہ موس کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقہ سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اس میں
 اپنا خاتمہ سمجھے مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمھاری پاؤں میں کانٹے نہ
 چبھ جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ سر دوستی تو جانب دشمن دیکھو۔ جادو ہوا اسے تمھاری نگاہ میں (یوں)

آرہ کوئی پرپوش جو ترے قرب و جوار
جس طرح سو ہلالِ رضاں بادہ گسار
واں نکالینگے جہنم سے مجھے اہل دیار
ایسے بیدار وہ کرتا ہی کوئی جان نثار
کیا کریں یوں ہی نکالینگے درادل کا غبار

تجکود کھلا دوں تماشا میں جنوں کا اپنے
دیکھتا ہے ترے ابرو کی طرزیوں میں عید
شنگ ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا
شاد و شاد آئے عیادت کو دمِ آخر تم
اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالہ گرم

مطلع ثانی

چھوڑ دوں آج وفا گر ہو وفا سے بیزار
بوسہ دینے کا اسی منہ سے کیا تھا اقرار
چھوڑنے کو جو کہا میں نے اُسے کارِ رضا
ہم بھی کچھ چارہ اُزار کریں گے ناچار
نہ خمر دل کے لیے پیدا نہواں مشکِ تیار
جھکو چھیرا نہ کرواؤں گے کہا سب سوار

نیک نامی نہ سہی مجھ کو ہی تم سے سروکار
ہم گیا لب پہ دم اور بات نہ پوچھی تم نے
کس دل سے مجھے کہتا ہے کہ حیوانِ ستم
اگر تمہیں صحبتِ اغیار سے پرہیز نہیں
تو بڑھو مناس کو نہیں عشق کی لذت بزم
و دینے محبت دشمن ہیں جو ہر شمع لبت

۱۰۔ یعنی مر عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ اہل دیار کو میری صحبت سے تنگ نہ آئی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو اپنا مدعا حاصل ہے
کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دینگے۔ یہ موتن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام
اہل دیار کے مال کو ایک امرٹے شدہ ترازو دیتا ہے۔

پاسے خم ہی تھی نہ اور یہ۔ زیریا نہونی
 رنج کے بعد ملوں کیا۔ کہ رہائی معلوم
 خاندہ وصل ہو سنا کہ وہ بات کرو
 کیا کہوں قصہ طغیانی دریائے سرشک
 رشک وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموشے
 نقد جاں اپنی تھلی کی نہ کہنا قیمت
 کیا ہو گرا کے ستم روز جزا بھی نہ گھٹیں
 دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا
 بیروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے
 آپ دیکھا نہ سنا اور سے۔ پر جھوٹ نہیں

محب کے سیرنا پاک پہ اپنی دستار
 ہاتھ آجائے جو صیائے کم کردہ غکار
 جس کے ہر دم مجھے بخش ہو نہ تم کو انداز
 دیکھ لو آئینہ جبرخ سے زیر نگار
 نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار
 صبح محشر کہیں بن جائے نہ روز بازار
 میں نے واعظ سے سنا ہے کہ خدا ہر ستار
 تھا سپہر ستم ایجاد کہاں کا مریا ر
 آجکل کچھ بے لطف ہے سو سے اغیار
 یہی آنکھیں کے دیتی ہیں فکرنا انکار

۱۲۔ اس شعر میں کمال شوخی و رمزی سے کام لیا ہے۔ کہتا ہے کہ محبت نے پھین کر میری دستار باندھ تو لی
 مگر اُس کے سر پہ بھی نہیں ہل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خم ہی ہے۔ پاسے خم = خم خراب کے
 نیچے۔ سرو پایا کا مقابلہ ظاہر ہے۔

سوا سب اس بخش کے بعد میں معشوق سے ملتا نہیں جا رہا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا غکار (موسیٰ)
 دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رانی محال ہے۔

۱۳۔ میرے سنوؤں کا دریا بڑھ کر آسان تک پہنچ گیا تھا۔ ثبوت یہ ہے کہ اب تک آئینہ چرخ رنگ کو د
 سنا اسی بنا پر آسان کو افسر یا سبر کہتے ہیں۔ تاکہ وہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے رنگ آجاتا ہے۔
 ۱۵۔ قریب فرشتہ (موصوف) ہی کیوں نہیں تاہم یہ رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک کی طرح خالی نظر آتا ہے۔

دستِ یاقوت نشانِ محمود لبِ جوہ اگر
 کرم اگر آپ کرم سے اعداد
 ذکرِ شش میں پڑے جھٹ پڑے منہ سے موتی
 اس کے تلمیں اگر کوہ کو دیکھ تشبیہ
 نظرِ لطیف سے گر پارہ گر عاشق ہو
 اس کے روازہ کے سُکّان کا آرام تو دیکھ
 شرطِ ایمان ہے پیمانِ خلافت اس کا
 کوہ سیلاں پہننے خالی قضاے گلزار
 ذرہ عرش کو بھی صفر گئے حد شمار
 مع خواں کے لیے ہریاں صلہ پیش از شیار
 ہے تھیں شعلہ جوالہ کو آجائے قرار
 کرے حیرت سے بدل شرم کو چشم بجا رہا
 ہو گیا دشمن سہل کو تر پست اور شوار
 وہ سلمان ہی کیا جسکو ہوا میں انکار

نظرِ باغ میں لب جو جس جگہ بیٹھ کر آپ اپنے یاقوت نشان ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیر ہونے
 میں کوہ سیلاں سے بھی سبقت نہ جائے۔ کوہ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت
 بکثرت نکلتا ہے۔

۱۴ اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھادیں تو محاسب عرش کی مبنی کو بھی صفر شمار کرے
 صفر خالی یا تیغ اور اصطلاح حساب میں معنی اس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس اونی
 بڑھادیتا ہے۔

۲۲۔ شعلہ جوالہ۔ گھومنے والا شعلہ جو پتھر سے نکلتا ہے۔ تلمیں۔ وقار۔ بردباری۔
 ۲۳۔ چشمِ مشوق بجاے شرم کے حیرت میں مبتلا ہو جانے۔ یعنی پیار کے بدلے حیران کے نام سے موسوم ہو۔
 ۲۴۔ اس امن و عافیت کے حرم میں مدوح کے زخمی دشمن کو تر پنا محلل ہو گیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے
 کہ اس صحت میں دشمن مجروح کی کرب و اذیت اور بڑھ جائے گی۔

قصہ بیعت رضوان میں اشارہ ہے یہی احتساب اُسکے سے۔ گو محفل کفار بھی ہو گل ہوا بیم سے پھر غنچہ کہ تھا صورت جام جب تلک فتویٰ بر جیس نہ ہو کیا مفدہ توڑ دیں سبجہ زراہ کے لیے یوں منہد کاٹ لے ہاتھ ہی پہلے وہ اگر دوزخا اُسکی تلوار کے آہن کا گرا آئینہ بنے

ق ورنہ کوئی نہیں ہمدست رسول مختار ذکر تحریم مزا میر کرے موسیٰ قار دیکھ کر باغ میں ستانہ صبا کی زقار کہ کوئی کاہر کرے یہ فلکب ناموار ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زقار اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار زرد تر چہرہ عاشق سے ہو رنگ رخسار

۲۵۔ بیعت رضوان سے وہ بیعتِ داد ہے جس میں رسول مقبول (روحی فداہ) صحابہ کرام سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی۔ اور وہ اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان امہ بخشش الہی کے استحقاق ٹھہرے تھے۔ اس موقع پر حضور نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جدسالت کے کھڑیاں سے کرا کر مہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔

۲۶۔ آپ کے دور احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزا میر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ موسیقار ایک پرند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے۔

۲۷۔ فلکب کج رہی آپ کے زمانہ میں بر جیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

۲۸۔ واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ شعر میں جان چڑانے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے۔

سعی روشن و مضمون بلند اور سنہین سامعین کو ہے اگر مطلع نو پہ ہزار
مطلع ثالث

اسے تشبیہ عرق سر ہر دم خورشید عذرا
تو سن چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ
سالموں کا ترے کوچہ میں دم فنیس ہجوم
جل ہے ہیں پس دن بھی نہیں گھٹیں گریاں
صر صر عادت سے غالب کہ حبش نہ کرے
جاکے حنت میں بھی رہتی ہے درد کی ہوں
بحر ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے
موسم گل میں سیست جوان تائب ہو
دل روشن نے ترے بسکہ کیا تھا حیراں

در دولت پہ ترے انجم و افلاک شمار
کلب جبارت نسبت سگ در کو ترے عا
جیسے گلزار میں ہنگام سحر جوش نہلا
تیرے حساد کے احوال پہ ہے شمع مزار
وہ ورق جہیں تم ہوں ترے اصدان قار
در نہ مرغانِ اولیٰ اجنبہ کیوں ہوں طیار
فیضیابِ غم تاخیر اگر ابر ہزار
روزِ باراں میں کہے پیرمناں استغفار
صرف آئینہ ہوا خاطر حاسد کا غبار

۲۹۔ کلب جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے۔

۳۰۔ نہیں = ورنہ

۳۱۔ مرغانِ اولیٰ اجنبہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے۔ طیار = اڑنے والے

۳۲۔ آپ کے دل روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کر دیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اس کا

دل آئینہ ہو گیا۔ اور اس کے غبارِ خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام

دیکھے یعنی دل حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے۔ غبارِ خاطر کنایہ ہے کہ دیرت اور کینہ سے روشنی دور

آئینہ اور حیران میں مراعاتِ نظیر ہے۔ تا وہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو چمکتے ہیں۔

شکوہ غمزدہ سفاک نہیں عاشق کو
 آئے بے صرفہ میں افلاک میں کیوں سرگرداں
 مقبض ہیں وہ خورائے درخشاں سے تری
 راکب جزم تر انا قہ صالح یہ ران
 گنبد کیا چرخ - ترے حکم کے چوگاں کے لیے
 شکر افسانہ یوسف ترے ایام میں گر
 سیل خود دوڑے ہی گول کے لیے لے کر پانی
 پائے عرش پہ ہو کیوں نہ غلامِ طلسمِ چرخ

اُن گئی تیرے زمانہ میں یہ رسمِ آزار
 کب ہوا ایسے شریروں کو ترسنا
 ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار
 رخص عزم ترا دوش ملا نک پہ سوار
 لا مکان کیوں نہ پرتنگ بہت ہے مضمار
 غمِ نعت میں ہوئے جلس سے اپنی بیزار
 کرے تعمیر مکان کا جو ارادہ ہمار
 پوششِ ساقِ نی تیری حیا سے ہر ازار

۳۳- آدبِ صرفہ - بیکار ہوس۔

۳۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن نمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اس وجہ سے اُن میں یہ خفا
 آگئی کہ منجم کو اُن سے اسرار کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۳۵- آپ کے ارادہ کی خنگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پر سوار ہو۔ اور
 آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رہن) سے تشبیہ دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پر بیٹھا ہو۔
 حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دی گئی تھی جسکے ہلاک کرنے پر کفار مورد
 عذاب ہوئے تھے۔ ۳۶- مضمار - گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۳۷- ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساقِ مبارک سے پیر من سرک گیا تھا۔
 سجدہ صحابہ کیا رخصتیں آئے اور آپ بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ
 اظہر پر کپڑا ڈال دیا اور فرمایا کیا میں اس شرم نہ کر دوں جس سے ملک بھی شرماتے ہیں۔

صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم
خوفت تیرے عذالت کے لگا کر مستی
افواج لاہوت کا ہر طائر اندیشہ کو شوق
لے لے شہ یار یہ فزا! مج را اگر تیرا
ہوے ذراور سامع خراش قابل
طالع پست کی نسبت مرے۔ واژوں چرخ
روز با حور دن اور رات شب ملے اسے
میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب

ہوے قائل کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار
سرخ لب کو چھپاتے ہیں تہان خونخوار
ہاں سے آتا ہر نظر جو تری رفعت کا حصا
پستی بخت نگوں سامے ہو شکوہ گدا
پرترحم۔ کہ ہے بصرہ۔ نہ آئے زہار
بخت تیرے مرے۔ روز مہا نور تار
دونوں نقطوں پہ ہر یوں عسری لعل و نہا
تو ثابت سے گراں رو ہو نجوم ستار

۳۸۔ صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیات الہی کا تکرار نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے چہرہ تجلی کو
رج منظر تجلیات ہے دیکھ کر صوفیہ یقین ہو گیا کہ تجلی کو تکرار نہیں دینا آپ کے خیال کا مثل دنیا میں ہوتا۔
۳۹۔ لاہوت = عالم ذات الہی۔ طائر خیال کو افواج لاہوت کا ساپو پنچنے کا شوق ہے صرف اس لیے
کہ وہاں ہو چکا آپ کی مہندی مہر کا حصا کہ سقیمہ نظر آتا ہے۔ یہ شاعر کا خیال ہے کہ روح کے حصا
رفعت کو افواج لاہوت سے بھی ملتا قرار دیا ہے۔

۴۰۔ روز با حور = ماورائے آکا روز جو نہایت گرم ہوتا ہے۔ شب ملیا = سال کی سب
سے بڑی اور تاریک رات۔ قاعدہ ہے کہ کبھی دل سے کبھی شب لات بڑی تاریک ہے حق میں دو لوگ
جانتے آفت ہے یعنی جتنا دن فست ڈتنی ہی لات دما۔

۴۱۔ یعنی ثوابت سے بھی سیارے ٹسٹ چلنے لگیں ہرادیہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں۔

شور و محشر سے نہ ہونگے مرے طالع بیدار
 نہ گھر کی مرے از ریش نہ طلا کی معیار
 ہو گئے شعلہ و دوزخ مرے دل کے انوار
 خرقِ افلاک سمجھتا تھا میں کتنا دشوار
 کیجئے درہم و دینار کو داغوں کے شمار
 کر دیا مجھ کو مری چارہ گری نے بیمار
 لیک بزمِ امرا میں نہ ملا مجھ کو بار
 ہے وہی دستِ تنی شانہ زلفِ اودبار
 ہائے ناکامی یا قوتِ ولبِ لعلِ بکار
 دستِ دربار کی شاکی ہے زبانِ ببار
 کیا امید بر سیمین و زر و دستِ افشار

حور و جنت کی بھی امید خدا سے رہی
 نہ ہنر کی مرے پریشِ سخن کی مرے تہ
 کس قدر حکمتِ اشراق سے جی جلتا ہے
 غمِ بقیدِ رہی بہیت سے جگر چاک ہوا
 کیا حساب اس لئے سیکھتا تھا کہ گھر بیٹھ
 نہ ہوا بسکہ مریضوں سے حصولِ لاریج
 دُورِ منشور مرے زینتِ صد صدر ہوے
 مو شگافی کی بہت شعر میں پرفاںد کہا
 نہ صلہ مدح کا پایا نہ غزل کا انعام
 کفِ رنگین نے کیا خونِ حیاں رنگین
 اب ملک ہاتھ بھی خالی ہو غل بھی خالی

۴۸ حکمتِ اشراق حکمائے قدیم کا وہ طریقہ ہمیں بھنیہ فلک کے ذریعہ شبنمیری دیو نیتِ حال کی تکی چند شبنمیں

۴۹ خرقِ افلاک = آسمان میں شگاف ہونا جو بزمِ اہل بہیت محال ہے۔

۵۰ ناکامی = عدم حصول = یا قوت کو صلہ مدح اور لبِ لعلِ معشوق کو انعام غزل قرار دیا ہے۔ شعر میں لطف و نشر مرتب ہے۔

۵۱ بر سیمین = محبوب کی آغوش سیمین۔ زر و دستِ افشار = خسر و پرویز کے پاس کچھ

سونا تھا جو موسم کی طرح ملائم تھا

وایہ قسمت کہ نہ سے خوردہ گل چینی گچین
 کیا قیامت ہو کہ اکدم نہ تھوڑے پاؤں
 دُر نایاب تو کیا خاک سے بھٹی نہ تھوڑے
 مدح خوانی کا مرے جائزہ شادی بھی
 ہیں ہنس سب سب بخجہا نہیں گیا
 مدمن اسے ہرزہ درانالہ واقعات
 بس بس آہنگ دعا سخی مدح کہ ہو
 جب تک گردش، اندک سے اعلیٰ ہیز
 تیرے احباب رہیں تکیہ ران مستعدیش

نہ مزے مرغ گلستان کے سے کھینچوں مین
 ورنہ اگر خد سے تشبیہ دکانِ خمار
 جسکے در پر مین کر دن لولہ شاد و شاد
 واسے حرمان کہ مین بے جائزہ ایسے شعا
 خاصیت سے ہو سزا دارِ مشکنجِ عصا
 ذکر کیا راہ پر آئے فلکِ نامہ بخار
 متصل عرش معلے سے نزولِ آثار
 اکیسے دل بوقلق اکیسے دل کو ہر قرار
 تیرے خستاد ہوں آوارہ دشت ادبار

۱۲۵ یعنی جس گلاس میں کوئی خاصیت ہوتی ہے اسی کو روغن کر (عصار)
 اشکِ بزمِ مژدال کر دباتا ہے۔

منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کشتی ہے سیری تیغ زبان سے زبان تیغ
سیرے نفس کی دیکھ کے معجز نمایان
فردوسی ایک خارجہ بیان بکھا
خستہ دسر سے بانوں تلک غنیمت و جانین
میدان کشت و خون میں مراد سے سوار
یہ دل خراشیاں مرے اشعار شوخ کی
ہرگز نہ کر کے مرے خامہ سے سرکشی
جس جاست غلبہ خوار ہوئی نیزی زبان
پا بس کر کے مرے خامہ کا بندہ ہون
خجاست آج تاجت خون کی ہو آب آب
کیونکر سخن فروش ہوں سوداگران تیغ
کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ
گلرزمیرے دم سے ہوں داستان تیغ
جو ہر اگر دکھاؤں میں اپنے بسان تیغ
جاوے عنان کشیدہ تو ہو معذات تیغ
سینہ پہ منکروں کے ہن لاکھوں ٹان تیغ
پیدا سیرنگوں سے ہو عجز عیان تیغ
وان جانے فرہن سجدہ منبر فرات تیغ
نیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ
کیونکر چھپائے شرم زمان تیغ

۱۔ سخن فروش = بائین بنائے والا۔ تیغ کے سوداگر تیغ کے مصنفین
کیا بائین بنائے = ہیں۔

۲۔ دست سے سوار = وہ ہند جس کا مرکب قلم ہے۔

۳۔ فسان وہ چھتر چہرہ دھار۔ کھی جاتی ہے۔ سجدہ منبر = اس منبر کو
سجدا کرنا جو پرنیری زبان غلبہ خوات ہو۔

مست ہو چھٹجھ سے خون عناد کا ماجرا
 ہووے نہ سیری محبت قاطع کے سامنے
 کیسی شکست رونق بازار ہوگئی
 مہری بدبہ سخی کی جاہل کشی کو دیکھ
 اک بات میں تمام ہریان کا مدعی
 آہن گداز تالہ مراد کھکھ نہ ہو
 کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ کے
 گر شوق زخم عشق کی لذت بیان و

ہر گل زمین شعر پہ ہے آسمان تیغ
 سرگرم لاف و دعویٰ ترش زبان تیغ
 ہے تختہ بند دست قلم سے دکان تیغ
 نظروں سے گر پڑا ستم ناگمان تیغ
 کس کی بلا ہو بارکش امتنان تیغ
 پیکان ضمان خنجر و خنجر ضمان تیغ
 ہر خط پہ نکتہ چین کو ہر دہم دکان تیغ
 ہر گز نہ کھائے بجز استخوان تیغ

۱۔ جس طرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میری گل زمین شعر پر بھی آسمان ہو مگر وہ تیغ
 زبان کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزی زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے
 ذکر کے بعد خون عناد کی توجیہ واضح ہو جاتی ہے۔

۵۔ دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

۶۔ میری جڑ سے گونی دیکھ کر جاہل بلاک ہوئے جاتے ہیں اور اب اس کے سامنے
 تلوار کے ستم ناگمان کی کوئی اصل نہیں رہی۔

۷۔ ضمان = جو چیز ضمانت میں دیکھائے وہ میرے نالہ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا
 اور کھٹکتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر
 نہ تالہ میں تل بن کر نہ رہتا تو ایسا ممکن تھا۔

دل ہی میں حسرت نفسِ نچکان ہی میرے معاندوں پر ستم ہے امان تیغ
پڑھتا ہوں اور مطلعِ زمکین کہ سن جیسے سرگرم آفرین ہو لبِ خون چکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لوہی بسان تیغ
پھر جو شمشیر آگیا دمِ خوننا بہرِ ریز کو
صدِ فردہ جراحِ منکرِ حسود کو
مومن کو آذر وئے ثوابِ جہاد ہے
آئی ہے لب پہ مدحِ خداوندِ ذوالفقار
شیرِ خدا علیؑ کہ شجاعت سے جکی ہے
غالب کہ سرِ چڑھائے سے اُسکے ہو فرضِ عزیز
کیا دور اُسکے دستِ کرم کے اثر سے گر
اے ابرہہؓ بارِ ظفرِ خسرو من عدو
سیری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ
پھر تیری زبان پہ ہے فریاں جان تیغ
کرتا ہوں زرمگاہِ مین میں استخوان تیغ
کفار کا شش آگے سنیں داستان تیغ
لجاءِ منکروں کے لیے ارغوان تیغ
سہرِ سجہ اسد پہ زرخِ زنِ سببان تیغ
تعلیمِ تیغ و کمرستِ تیغ و شان تیغ
یا قوتِ ریز ہو مژدہ خونِ فشان تیغ
ہے محو گرم بائی برقِ تسبیان تیغ

۱۔ میرے دشمنوں کو میرے دم تیغ کو نوچکان دیکھنے کی آرزو تھی۔ یہ اپنی ایک گوند ستم ہوا کہ بنو انکومان دہری

۲۔ جراحِ منکر = سخت زخم۔

۳۔ زرخِ زن = مذاقِ نبالنے والا۔ بنان = اُنکلی کی پود۔

۴۔ ابرہہؓ بارِ ظفر سے ذاتِ مولا علیؑ کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن برق تیغ کی

رنگار سے پامال ہو جاتا گرم بائی = نیزہ نثار دہی۔ محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری شیخ مین جل جا مثل طور
کشتہ ^{۱۲} ہاں دیکھ کر ترے دشمن بلا عید
جو ہر ترے مٹی غلبہ بحر و ح میں نہیں
حسرت ہی ترے بوسہ دست مہندی
دشمن کا ایک نیم اشارہ دین کام ہے
کوشش نہ تیری حریف لتھبہ مٹا دیا
تک ^{۱۵} کین سے تیری دیکھ کر کوئی مستان
سبہ حیات تیار دکر بت یاد ہم سب

گر تو صنم کہہ پہ کرے امتحان تیغ
کھادے سوائے زخم کے کیا یہاں تیغ
توئی لگ رہی کہ وہ ہر قدر دان تیغ
کس طرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشان تیغ
ابر و کاتیرے عکس پڑے گرمیاں تیغ
کیون بسید خوان دیر نہ ہوں باؤ خواہ تیغ
یوسفین تنوں سے اٹھے نہ بارگرن تیغ
مکن نہیں جہین ترے خون کرو گی تیغ

۱۰۰ ایک دن عید بن جبریل فرمایا کہ میں آج عید منانے آیا ہوں۔
 ایک دن جبریل علیہ السلام کے ساتھ چاندی کے ٹکڑے اور
 ایک دن عید منانے کے لئے آئے تھے۔ یہ سب باتیں
 ایک دن عید منانے کے لئے آئے تھے۔ یہ سب باتیں
 ایک دن عید منانے کے لئے آئے تھے۔ یہ سب باتیں

۱۔ ایک بڑا کھنڈ (دوسرا) سے اُس کے برابر مثال دیکھا جائے جو اس نسبت سے تنفیض
مقدور جاری ہو کر کم سود ہائے کہ برابری تلوں سے نہ اُٹھ سکے۔ تاہم یہ کہ نو ذرا
حیو رہتے ہیں۔

درکار ہے وغو کو جو آب روان تیغ
 جھکتا ہے تیرے آگے سرِ قہرمان تیغ
 کام آئے کوشش و کشش راٹھان تیغ
 ابرو سے دلیریا پہ خمِ بالستان تیغ
 ورد زبَن ہے غلغلہ الامان تیغ
 رنگین کس طرح سے نہ ہو داستان تیغ

منکر تری امامت حق کے ہیں گرو جنگ
 کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو
 تیرے عدو گرا پنا گلا آب کاٹ لین
 نسبت سے تیرے ہاتھ کی چٹائی لی کر
 کیا بات تیرے پنجہ آہن فشار کی
 سرخی تیرے عدو کے لہو سے ہو جابجا

۱۴ اپنی امامت برحق کے منکروں کو وغو کے لیے تیغ کے آب روان کی ضرورت ہے
 اسی لیے ایک دوسرے سے لڑے مرنے میں کہ کرن ہیں اس بالی تاک پر تیغ و قہر
 یہ ہے کہ حضور سے مہار بہ کرنا موت نہ پنجہ تیز گرفت ہو نہ دست رسد کے لیے آب روان
 یعنی ماہِ جاری کی تلاش خالی از لطف نہیں۔ تیغ کی آب مشہور محارہ ہے۔
 کا سخت کوش۔ سخت جدوجہد کرنے کا۔ تیرہرمان = کار فرما حاکم
 تیغ کو قہر مان قرار دیا ہے۔

۱۵ راٹھان اس لیے کہ اس کا عدو اپنا گلا آب کاٹ لین۔ اور کام آنا اس
 وجہ سے لکھا کہ بہر حال مدعا و حاصل ہے۔

۱۹ چٹک زنی، طعنہ زنی۔

۲۰ مدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلوار
 کی زبان بہر شور الامان ہے۔

ظالمین تیرے دور میں نالان کہ وقت جنگ
کوئی کرے نہ گرمی روزِ نشور میں
وہ دست زور مظهر سرِ پنجہ خدا
لہرز ان تھے مثلِ بید ترے عجب جو
پتھر کو بھی نہیں ترے حملہ کی تاب ہے
جراح کیا کے ترے زخمی کا ماجرا
یہ کہکشان نہیں کہ رہا خوف سے جو دیہا
باہ ترے دریغ شجاعت سے بڑھ گیا
ہر بار کیون نہو نری تلوار تیرے
سیف و قلم ہیں دونوں ستون کاخِ دین کے

بانگ شکست تیغ ہو شور و فغان تیغ
بہل پہ تیرے ہر مگر سائبان تیغ
وہ تیغ باعثِ شرف و دومان تیغ
بھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ
یا قوتِ نردشاہِ ہریم بہان تیغ
سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ
سو پڑ گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ
کیونکر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ
دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ
حیران ہوں بابِ علم کمون باہان تیغ

۲۱ یعنی تیغ بھی خوف سے گر کر ہاتھ سے جاتی رہی بید کی خاصیت یہ ہے کہ اوس میں
بھل نہیں آتا۔ شعر میں صنعت مراعاة النظیر ہے۔

۲۲ پتھر بھی آپ کے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یا قوتِ زرد کی زردی اسی
خوفِ نہان کا ثبوت ہے۔

۲۳ آپ کے زخمی دشمن کے حق میں بخیرہ گر کی سونی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

۲۴ اس میں تلمیح ہے حدیثِ پاک اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا كَيْفُ رُبِّهَا عِلْمُ الشَّاهِدِينَ
اور علیؑ اسکا دروازہ ہیں۔ جہاں تیغ یوں کی خاص ترکیبوں میں سے ہے۔

زنگین بیان ہو گرتے غزدہ کے ذکر میں
 غازی بھی تو شہید بھی تو ترے دم ہے
 زہر آب دین اگر ترے دولت کے دھین
 گرم دعائے شاہ ہو مومن کب سے ہے
 روزِ نبرد حادثہ ریز شکست و فتح
 تاج ظفر ہو زیب دہ فرق دوستان
 پڑھنے لگے ورد و لب خوشچکان تیغ
 سرگرم جلوہ فصل بہار و خزان تیغ
 عمر خضر ہو زندگی جاودان تیغ
 آئین ہزار زبان اجابت نشان تیغ
 جب تک کہ ہے نشیب فراز جہان تیغ
 اعدا کا سر ہے تیرا گر ان تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم
 محتسب نے خم مے چھین لیا یا قسمت
 پاکدامن ہو تو بدگو کے نہ دم میں آنا
 ایسی نیت پہ بہشت پاک و اعظم علوم
 ایسے کم نعت کے باقہ آئے ہمارے مہم
 سنئے ہیں لوط کے مہمان کوئی انکا سدوم

۱۰ جناب مرتضوی کی شہادت رمضان سنہ ۵۰۰ میں بحالت نماز ایک خارجی
 کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

۱۱ اس شرح میں تفسیل ہے یہ واضح رہے کہ آنے پر میں بچانے سے تلوار کا کاٹ اور زیادہ بڑھانے
 ۱۲ حضرت لوط کے مہمان بھلا کہیں سدوم کا فتویٰ سنا کرتے ہیں۔ سدوم قوم لوط کا نام ہے حاجی نے ان کے انحال شیوہ
 جو انکا فتویٰ دیا تھا اصل کی رتی کا جی نام ہے اکتا۔ فتویٰ دینا یہ قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت لوط کے بیان فرشتے
 بصورت انسان کے مہمان ہوئے انکی قوم فرشتوں کی پیار سالی کا قصہ یہ ہے کہ ان کو خداوند کو عذاب بھیج کر ملاک کر دیا۔

ہم بین اور عشق حقیقی کہ بجز ذات خدا
 ہائے لینے نہ دیا نامِ عد و غیرت نے
 کسین ایسا نہ ہو وہ غیرت حور آجائے
 گاہ و گستاہ جنون عشق کو گر کفر و حرام
 گرمی شوق شہادت ہوئی فدا و گداز
 گر نہ ہو سیکشی و وصل صمیم کی تعذیر
 مصرعہ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے
 جوش و خروش ہے یہ ناسمج نہ پختا تا بخیر
 نہ جان جب کوئی جاتا پر جانِ ناکش
 لڑیا خواہش یہ ادنیٰ احوال تباہ
 نہیں پایا کہین دنیا میں وفا کا مفہوم
 در نہ کیا کیا مرے دیرالے میں تھی کثرتِ بوم
 ہے بہت میرے جنازے پر فرشتوں کا جوتا
 جمل کرتے کر پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم
 رہ گیا تشنہ آب و نیم خیر حلقوم
 تو یقین آئے مجھے یہ کہ جہان ہے موہوم
 نہ ہوا پر نہ ہوا حال پریشان منظوم
 دیکھ دیوانہ نہ ہو میں نہیں پابندِ رسوم
 تازہ ہوتا ہے مجھے دایع امیدِ مرحوم
 تو تو ظالم نہیں نہ ہمارے یہ میں ہوں ظلم

۱۔ بوم کے متعلق عوام میں یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اس کو
 بار دہراتا ہے یہاں تک کہ وہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتوں کے سامنے آنا بھی گوارا نہیں۔
 فرشتے کے۔ مابیت طہور رہے

اگر دنیا دہی ہے تو مجھے اپنے اعمال کی مادی سزائیں کیوں ملین۔ اس لیے کہ
 وہ اس پر ہر گز توجہ نہیں دیتے۔ گناہ دہی کا بعد مر سولے چاہئیں۔

یہ مری ظلمی اور تباہی میری سزا ہے کہ اس کو جہاں میری سزا ہے وہ ظالم نہیں کرتا

زلزلے آتے ہیں جیسے مین تر خاک آیا
چاہیے صبرِ مقدر پہ در بے دا عظم
طعنہ وصل ہو سناک پہ نہیں پتے ہیں
تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان
پاکبازی کی طمع ہم سے گنہگاروں سے
نالہ گرم نے دلبر کو پست یا دلدار
یان کی لاکھوں خلشیں دان کی ہزاروں فلکیز
کیا کہیں آج ترے کوچے سے گزری تھی نیم
مختب آپ کے آنے سے ہوئے دیر خراب
اچک اے صبحِ طرب کٹ نہیں سکتی شبِ غم

چین دیتے نہیں اب تک بھی طالعِ شوم
تو خدا کا نہیں جیسا ہوں میں لکھ محکوم
مگر الزام و ندامت نہیں لازم ملزوم
حسن وہ عشق یہ۔ کیونکر نہ پڑے خلق میں صوم
کیا ہوئے عشق میں اے زہرہ جبین وہ معصوم
معجز عشق سے جان بخش ہوئی بادِ شوم
ایک جان اُس پہ یہ ہنگامہ آلام و غم
ویسے ہی تازہ ہیں گھماے مکرِ مشوم
نصہ کعبہ کا نہ کیجے کا با بن میں قدم
جلد جاؤں مع اغیار جہنم میں بخوم

۱۔ واعظ کے مقدمین خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب میں ہوا پرستی۔ مگر شاعر

اپنی تقدیر پر قانع ہے واعظ نہیں

۲۔ ہو سناک = ہوا ہوس یا رقیب۔ مگر شاید دوسرا مصرع طعنہ لکھا ہے۔

۳۔ معصوم سے مراد ماریوت ہیں جو دفرشتے تھے۔ اور جن کا عشق بزرگ

کے ساتھ زبان زد عام ہے۔

۴۔ مکرر مشوم = دوبار کے سو گئے ہوئے۔

۵۔ میں قدم = قدیون کی بے ایمان تہذیب کا اپنی ہمت سے کعبہ کو بھی نہیں دیوانہ کیجے گا۔

مچکو پا مال کیا کیون نہ فردن ہو عزت
 گالیان دیکے زمانہ کو کرونگا تسخیر
 جب ستایا مجھے اُسے وہی لفت پہل
 سبب شادی دشمن تو بتا دو پہلے
 سبزہ رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم
 افضل الناس حسن بن علی سبط نبی
 ابر بار ندو دانش گہر پیش کمال

بکھر

دو افغان سے ملی پیل فلک کو خرطوم
 بین پسند فلک سفلہ صفات مذموم
 یہ غلط ہے کہ اعادہ نہیں ہر معدوم
 پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیوں ہی منوم
 یاد آتا ہے مجھے حال امام مسموم
 سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم
 قلم حسن عمل منبع دریائے علوم

۱۱ خرطوم = سونڈ۔ بیان آہ کے دھوئین کو خرطوم پیل سے تشبیہ دی گئی ہے
 ۱۲ فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود میں آنا محال ہے
 مومن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی
 محبوب نے مجھے چھڑا لئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ
 معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

۱۳ کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزر دگی کا باعث ہے۔ تجاہل جان
 بوجھ کر اس جان بٹنا۔

۱۴ سبزہ رنگی = ملاح حسن = مسموم = جب کو زہر دیا جائے۔ بیان سیدنا
 امام حسن کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جمعہ کے زہر دینے سے سنہ ۶۰
 میں واقع ہوئی۔ اُس کے اثر سے جسم مبارک سبز ہو گیا تھا۔

مظہر شان الہی ہے بیان تک کہ حکیم
 علم اعجاز اُسے معجزہ علم اوسے
 فکر الزام حکیم و تکلم ہوا اوسے
 اثر ذکر سے ہوصاف دلی کے اُسکے
 سائلوں کو جو وہ دیتا ہے طلب ہے پہلے
 جو دہر بار فزون سے کف بیفاصلہ بخش
 متزلزل ہو دم بحث وجوب اور لزوم
 جس میں اندیشہ ہو عاجز وہ اُسکے معلوم
 تو مجسم نظر آحیائیں نقاط مہوم
 نقش مرآت ہوا عکس ضمیر مکتوم
 فرط بخشش سے نہ مجمع رہے کوچہ میں نہ دھوم
 دشمن مایہ معمول و کفاف مرسوم

۱۵ فلسفہ کی اصطلاح میں وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوق) کی۔ سون کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفات الہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا کہ آپ کو کیا کہے۔ بقول عربی تقدیر یہ یک ناقہ نشانیہ دو محمل۔

۱۶ اگر آپ فلاسفہ اور اہل مناظرہ کو قائل کرنا چاہیں تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح میں فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

۱۷ آپ کا قلب مبارک اس قدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلوں کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئینہ میں پر تو نگن ہونے لگتے ہیں۔

۱۸ مایہ معمول و کفاف مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی مستواتہ بخشش حسین وقفہ نہیں ہے۔ مقررہ معاش کی دشمنی ہو یا سائل کو اس قدر ملتا ہے کہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ و وظیفہ مقرر ہے۔

ہین، شاہ بہت اُس دستِ کرم کے سوا
 شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمدین
 عہدِ مین اُو کے جو گلِ زارِ یٰ بیلِ پیچھے
 کشین سنکر کو نہ انکار قیامت ہو زیادہ
 نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق
 السلام اے روشِ آموزِ طریقِ اسلام
 وہ ترا پائی ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت
 کیونکہ اصفار نہ ہوں مرتبہ افزائے قوم
 جبِ مسلم ہو کہ مصوم ہے جزِ محصوم
 ہونسیں سحری ہم اثرِ بادِ سموم
 عدل سے اُو کے ہے آبادی ہر کشور و موم
 نہ وہ رازق ہے۔ دے قاسمِ زرقِ مقسم
 السلام اے خضرِ جادہ جنتِ ملزوم
 کہ ہوئی حرمتِ پیری کی تمنا محروم

۱۹ اصفار = جمع ہے صفر کی۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دو چندان ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۲۰ مسدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی و رونق اس قدر بڑھ گئی ہے کہ سبھا
 سنکر بن قیامت اپنے انکار پر مصر ہوں اور یہ سمجھیں کہ بے نیا کوڑا لنگھا
 ۱۱ پیری کو عموماً احتیاط کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر
 چونکہ آپ جوانانِ بہشت کے بادشاہ ہیں اس لئے آپ سے یک گونہ
 نسبت پیدا کرنے کے لئے اب لوگ بجائے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہیں
 سیدِ شبابِ اہلِ بہشت (سردارِ جوانانِ جنت) اعاذیث
 مین حضراتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں
 فرمایا گیا ہے۔

گر گئے کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا
 کیا ترے مرکب چالاک کی کھٹی کھٹی ثنا
 یہ سیکر وہ بیان نگہ دوین اُسکے
 ہے بجا دیجے اگر تجھ کو سلیمان سمثال
 تیری افواج کا میدان میں دم جنگ خروش
 مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر
 تیرے اعدا کو سمجھو آکرین جان پر رحم
 بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آجائے
 تیرا باران سے ترے کیونکہ نہ بھاگین اعدا

ن
 ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم
 لبیک کا غدیہ نہ ٹھہرے کلمات بر قوم
 منہ سے مفتوح نکلے ہیں حروف مفہوم
 کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم
 ببلون کا آئینہ آزار گلستان میں جہم
 کرو یا تیغ گریبان نے دو پارہ حلقوم
 آدمی تو نہیں بہ پہن جہول در ظلم
 جس کو آتی نہ ہو قطع تیغ کلام منظوم
 جانتے ہیں کہ شہب بر شیاطین ہیں جہم

۲۲ تقدیر = مقدر۔ اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ باقر
 آپ کا مثل دنیا میں ہو سکتا ہو۔ تو اُسے حقیقت میں تقدیر (زمین) کا مطلب ہی نہ سمجھا۔ کیونکہ فرض
 اور ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال۔ اور ممدوح کا مثل ٹھہرا محال۔ بر تقدیر ثانی
 یہ معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہیں۔

۲۳ عربی بن فتحہ (ذریعہ) کی حرکت کسرہ اور ضم (زیادہ پیش) دونوں سے ہلکی مانی گئی ہے۔

۲۴ مہ آزار = ایک رومی معنی کا نام ہے جو حیت سے مطابق ہے۔

۲۵ قطع = ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عرصہ کی اصطلاح میں شعرو کو بکے ذکے مطابق کرنا۔ اس لفظ میں ایسا ہے۔

۲۶ شہب = شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان پر شیاطین کے شگبار کر کے نیچے چھوٹتا۔ رجوم = شگسا کر کے لگا۔

ہاں مخاصہ ترے بد بخت۔ پر کم بخت نہیں
 مرجا ابن علیؑ کی جلی آتی ہے جدا
 دعوت عام تری سب کو بنا دیوے خوا
 ختم اللہ کا موروس ہے زبس قلب سیاہ
 دوستوں کو نہیں ڈرو سوئے شیطان کا
 جام مے گر کوئی پی جائے تری نبی کے بعد
 ترے ایام میں باقی نہ رہا بسکہ فساد
 بدی خلق سے افزون تھی نکوئی تری
 یعنی کثرت سے بہ نسبت میں حمیم اور قوم
 است ملک روضہ رضوانیہ۔ زنجیر قوم
 گو قضا کو نہ ہو پاس صفت فیض عجم
 تیرے دشمن کو ہے خونناہہ حریق مخموم
 ہن جو دشمن مستعدی شوارہ مرموم
 زہر کھاوے پئے دریاں خراش معلوم
 چشمہ خضرین انار عشق و قہر
 کردی انصاف الہی نے یہ امت مرحوم

۱۳۱ حمیم = گرم پانی۔ زقوم = تھوہر کا درخت یہ دونوں اہل دوزخ کی غذا ہیں۔ اس
 شعر میں بد بخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہے۔

۱۳۲ = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکساں نہو۔ قصا = تقدیر۔

۱۳۳ ختم اللہ علی قلوبہم (خدا نے ادب کے دلوں پر مرگادی)۔ حریق مخموم = سرسبز
 شراب جو جنت کی نعمتوں میں سے ہے۔

۱۳۴ = معلوم = گلا۔

۱۳۵۔ جذامی کی رگین جن میں نسا و خون پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کے عہد میں چشمہ

خضر کا حکم رکھتی ہیں۔ چشمہ کے بے انسا کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور خدق

(رک) کو انسا سے تشبیہ دی گئی ہے۔

گر کچھ پر حکم اللہ ترا خصم نسیم
عطسہ زن پھر نہ ہونہ شمار دماغ مزکوم
تاسحر شام عبادت تری شب بیداری
شمار حج آیت کرسی پس حی القیوم
مومن آہنگ و غایت خن کا ہیوت
آپ نوا آپ ہیں دانا کے عوانین و رسوم
جسبہ تک نلتا و غرت طرے غم سے جخلق
گوشہ گیرا خیم افروز سہین و معدوم
تیرے احباب مطاع اور تواج رہن شاہ
تیرے حسنا، خراب اور ترے اعدا اسنوم

۳۹ مزکوم یہ جو مکور کام ہو۔ آداب شریعت میں ہے کہ جبکو چھینک (عطسہ) آئے وہ اکھڑند
کے اور سننے والا جواب میں یہ حکم اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص
اول پھر ہر اکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی
شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن بر حکم اللہ کا کلمہ زبان
نکالے تو اسکی غوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہ ہو۔ یہ واضح
رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفرج دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ مدوح
کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۳۰ آیت الکرسی میں الْحَيُّ الْقَيُّومُ کے بعد لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی
یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر (جوجی و نیوم ہے) نہ اوندکھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا
مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت میں صبح تک مدوح کی شب بیداری (احیاء شب)
در اصل نہ کر رہا ہے بلکہ عبادت قرآنی کی عملی تفسیر ہے۔

۴۰ دن و رات میں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔ سہین معنی فرہ۔

تقصید: بیچ وزیر الدولہ میر ملک محمد زبیر خان نصرت جنگ والی ریاست ننگ

<p>نہ وہ ہم ہین نہ وہ تن آسانی کم نہیں اپنے گھر کی ویرانی پائے کیسی بلند ایوانی برج خاکی مستطیر کیوانی بے دری کر رہی ہے درباری کہ میں شہری ہوں یا بسا بانی کیا ہوئے وہ عسا و طولانی کاہ کرتی ہے ناز و حیوانی ایک قطرہ کسیں نہیں بانی خاک سارے جہان میں چھانی خبر سپہر و خیم نورانی اب کہاں بلبیل و غزل خوانی</p>	<p>یاد آیم عسرت و فانی جائیں وحشت میں سوئے صحرائیوں خاک میں رشک آسمان سے ملی کر دیا گردش پھرنے حیف ایسی وحشت سرا میں آئے کون نکتہ سخن سے جی میں ہو چھوٹ کیا ہوئی وہ بلند می دیوار جائے گل بین چمن میں ریزہ رنگ اٹ گئے حوصن و نرغیر از چشم نہ ملا کچھ نشان آسپردان سقف رنگین و زر بخارسان شور زاع و زعن ہے سمع خراش</p>
--	--

بے سیر کیوانی ہے وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند تارے کی سیرگاہ ہو۔

بلب میرے مکان میں دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنی کسی کو
اندھرا آنے کی بہت سنیں پڑتی ہے۔

نقش دیوار کیوں نہ ہو مانی
 زمیت افزائے کاخ سلطانی
 کیسے غائب ہائے کاشانی
 دعویٰ قیصری و خاقانی
 ناکرون تازہ رسم ساسانی
 پوچھتے کیا ہو دحبہ گریانی
 بارِ خاطر ہوئی گران جانی
 خون پلاتا ہے قمرِ یزدانی
 اب کہاں وہ شرابِ ریحانی
 کشتی مے ہوئی جو طوفانی
 نقلِ مجلس ہے دل کی بریانی

نظر آتی نہیں وہ تصویرِ بین
 صرفِ دلق گدا ہوئے پردے
 آپ کا شانہ فرشِ خاک ہوا
 یا ظروف و ساط سے مجھے بھتا
 یا نہیں ہے مرقع و کشکول
 مسندِ گوہرین کا دھیان آیا
 الشراستگ و خواب - وادِ یلا
 ہم ہیں اور حسرت مے گنگون
 زہرِ ملتا نہیں کہ پی حسابوں
 شورِ شستی و عائے نوح نہ بھتا
 وہ گزک کیسی وہ کباب کہاں

۳۔ ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن = ساط = دسترخوان = مرقع مگڈی
 کشکول = کاسہ گدائی = ساسان = نقیر اور فرزندِ ہمن (بادشاہ ایران) کا
 نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی۔

۴۔ دعائے نوح سے مراد حضرت نوح کی بددعا ہے (رب سلا تذر الایم حبسہ)
 اخیر سے اندر نوالے نے انار کو طوفان میں غرق کر دیا تھا۔ کشتی مے کا طوفانی ہونا سبب
 عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے۔ شور۔ کشتی۔ طوفان وغیرہ میں مراعاة النظیر ہے۔

یا بہان پر نیاں دوا طلسم سے
 یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا
 کیا کہوں اپنی گردش انام
 اس چین زار کو خزان بقی ضرور
 کرو یا خالق دوعالم نے
 ہائے وہ رقص خوش قدان جنگی
 ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی
 ہائے وہ ساز و برگ عیش و نشاط
 تیر بارانِ فاقہ نے مارا
 پنہ دانع دل کو حیران یوں
 ایک دن یوں ہجوم یاران تھا

جلوہ گر تھی سپھر سامانی
 تنگیوں سے لباسِ عریانی
 صبح نوروز ہے شبستانِ
 میں نے کیا تہ کی بات پہچانی
 امتیازِ ریاضِ رضوانی
 شکل اندازِ سروِ بستانی
 سحرِ باروت زہرہ اسحانی
 قوت افزاے روح انسانی
 یک چکی تھی کلاہ بارانی
 نہ رہا حشرِ قہرِ زمستانی
 جیسے اب مجمع پریشانی

شبستان سے مراد تار یک ہے۔ صبح نوروز = روزِ اولِ ماہِ فروردین
 جب کہ آفتاب برج حمل میں جاتا ہے۔

یہاں پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے۔ ہائے اُن خوش قدون کا
 رقص کیا ہوا جنگی شکل سروِ بستانی کی طرح تھی۔

اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) یہ کہان گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی)
 سحرِ باروت کا حکم رکھتی تھی۔

کس سر پر ضرور کو دی ہے
 مجھے دواؤں بہان سے کھویا
 یعنی اس حال پر فردن ترین
 حسرت لعل سینہ میں ہوئے
 اسے فلک دل کو داغ کرتی ہے
 بے زری سے مری تجھے حاصل
 طالع ہر بد شمع سنج میں ہے
 جان مومن پہ گو نہ گو نہ ستم
 تنگی غم نے پس پڑتا ہے
 کیا کہوں ظلم پسرخ وورانی
 آرزو ہائے نفس شیطانی
 گوہر امشک چشم مرجانی
 زرخورشید کی درخشانی
 کچھ نہ ہوگا حبس زلیمانی
 کیا ضرورت ہو طہ میزانی
 کاغذاتی بھی نامسانی

بدینہ

۷۔ آہ کیسے سر پر ضرور کو دی ہے
 ہوئی ہے۔ سر پر ضرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 ۸۔ معشوق کے لب لعل کی حسرت میں آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی نچتے ہیں وہ
 خون آلود ہونکی دھچکے موتی کے مانند سرخ ہیں۔ لعل سے گوہر مرغان کی مناسبت ملحوظ رہے۔
 ۹۔ زرخورشید کی چمک دیکھ کر دل جلتا ہے اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زرخ
 تشبیہ زرخورشید سے مومن کے کلام میں عام ہے۔
 ۱۰۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا کی قسمت میں ہمیشہ بستی رہے۔ ہیوط
 کسی ستارہ کا بستی کی طرف مائل ہونا۔ آنتاب جب برج میزان میں جاتا ہے تو
 اُسکو ہیوط ہوتا ہے۔ بدیع سجنی کے ساتھ میزان کی رعایت بدیع ہے۔

تاکجا اسے یزید شمر حصال
 اُس سے کاوش نہ کر۔ نہ ہو ظالم
 تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون
 مہرِ حزانِ شیرِ وزیرِ لقب
 پایہ سنج کمالِ اہلِ کمال
 کیا کہوں اُس کے دستِ بہت کی
 ہر گدا کی ہے زینتِ کُشکول
 اُس کے احسان سے غرہِ شوال
 کہیں نیرنگیِ زمان سے فزون
 مور کو وہ جو ادوسے ڈالے
 کر دے سارے جہان کو سیراب
 فتنہ ہائے فریب مروا
 آپ اپنا تو دشمنِ جانی
 کھول دوں میں یہ رانی پہنائی
 ختم جس پر ہوئی سخنِ دانی
 فارقِ قسری و عثمانی
 میں گسہ باری و افسانی
 رشکِ ترصیعِ تاجِ سلطانی
 اہلِ تقوے کو سلخِ شعبانی
 خوانِ نفست کی اُس کے الوانی
 شوکت و حشمتِ سلیمانی
 بحرِ بہت کی اُس کے طغیانی

۱۲۔ مردان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پرداز زبان ملت
 اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئیں

۱۳۔ اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا۔ اور لازم و عمان کے موتیوں میں فرق سمجھنے والا۔

۱۴۔ غرہ ہر ماہ کا پہلا دن۔ سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس میں رویت

مال ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان اور شیش اس قدر ہے کہ ہر پہر کا رنگ

حق میں بھی رمضان کی چاند رات روزِ عیدین گئی ہے۔

بخشش بے شمار سے مشکل
 اُس کے خوان نوال سے یہ مسئل
 اُس کے عہد کرم کی نسبت سے
 بے سخاوت اُسے قتر رکھان
 اُس کے ہے روزگار میں کیان
 دوری اپنی نہیں ہے مانع فیض
 گرگ لے دور عدل میں اُس کے
 آشیان عقاب و شاہین میں
 حملہ شیرگیر سے اُس کے
 اُس کے ایک ایک لشکر کا تنگ
 چاخجر جان شکاف میں اُس کے
 انہی رُوح دیکھتے اوس کا
 ہے دبیر فلک کو دیوانی
 از آشعث کی کشت دندان
 بڑھ گئی غمِ عالم فانی
 کہ ہے عادت طبیعت ثانی
 ابر کو بہشتی و نیسانی
 مہر کو کیا حجابِ ظلمانی
 سیکھ لی راہ و رسم چوپانی
 روز کنجشک کی ہے مہمانی
 نعرہ زن ضیفِ بہشتیانی
 دعویٰ سیاسی و نہرِ آبیانی
 ابرو سے بار کی سوسی بُرائی
 تو عصا بھول جائے ثقبانی

۱۵۔ آشعث ایک مشہور حربیوں کا نام ہے۔ ممدوح کے خوان بخشش پر رشتہ آشعث
 جیسے مرد حربی کی طماعی بھی جاتی رہتی ہے۔ ۱۶۔ بہمن = ایک فارسی مہینہ جو
 چھاگن کے مطابق ہے۔ نیسان ایک رومی مہینہ حسین بارش ہوتی ہے۔
 ۱۷۔ انگریز = نینہ جو سانپ کی شکل ہو۔ ثقبانی (ثقبان دیاے صدی) = اژدہا ہو جانا عصا بھول
 حضرت موسیٰ کی لکڑی ہو جو نما لون کے مقابلہ میں اُٹھ دیا جاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کر دیتی تھی۔

گزرے اُس کے بارِ گردن ہے
 اُس نے شمشیرِ جبِ علم کی ہے
 موج دریا کے خون سے رذرِ رضا
 بینِ مخاصم بھی سخت شکر گزار
 تیرِ خارا شگاف سے اوس کے
 زیرِ سان اوس کے نو سن چالاک
 شوخی بار کی سی چالاکی
 دمِ گلگشت وہ بیک رفتن
 روزِ جنگ اُس کے نیم جولان میں

مغفرِ مدعی کی سندانی
 گاؤ گردون ہوئی ہے قربانی
 ہوئے کشتی زمین کی طوفانی
 عمر جو کٹ گئی باسانی
 لعل جو ہے سولہ لپکانی
 رشکِ اسپِ پھر گردانی
 نیکہ شوق کی سی جولانی
 استنرازیں نیم بستانی
 صرصرِ عادی کی سی طغیانی

۱۸۔ سندان = اہرن جہر لو بار لو بار کہہ کر کوٹنے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مدوح کے گزر کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُس کے لئے مار گردن بن گیا ہے۔

۱۹۔ گاؤ گردون = آسمان کی گالا۔ مراد برج ثور۔ جو صورتِ گائے منشا بہ مانا گیا ہے۔

۲۰۔ خارا شگاف = پتھر کو توڑنے والا۔ لعل پیکانی۔ لعل جو پیکان تیر کی شکل تراشا جائے
 ۲۱۔ استنرازیں = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا۔

۲۲۔ صرصر عادی = وہ آدمی جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

کثرت باد عنصر سہری اوسکی
 اُس سے دیتے پھر کو تشبیہ
 مانع سعی دل پسند اوسکو
 تیرے اوصاف کے صحیفہ میں
 گل جبینی پہ تیری قربان ہوں
 برومندی آرزوئے حصول
 آستانہ پر تیرے چرخِ نیم
 سجھے ہے درجہ شرف کیوان

مثبت نقلا سب ارکانی
 گرنہ ہوتا ستارہ پیشانی
 ملک عالم کی تنگ سیدانی
 صنم کا رنما مسہ مانی
 نوہارِ ریاضِ رضوانی
 کشتِ مطلب کی تیرے دیوانی
 جوڑ جائے بلند بنیانی
 نھر رخت کی تیرے درباری

۲۳۔ ممدوح کے بادپا کے مزاج میں ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ اور یہی زیادتی اُن
 انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکانِ عالم میں ہوتے رہتے ہیں۔ چار ارکان (عناصر)
 ۵۵ سے اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال قائم نہیں رہتا
 گویا کہ زین چار شد غالب جانِ شرین برآید از قلوب
 ۲۴۔ ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا سنو سنو سمجھا جاتا ہے۔
 ۲۵ گل جبینی = خندہ پیشانی۔ ریاض = رضوانی = بہشت۔
 ۲۶۔ ممدوح کی کشت مراد میں کاشت اور بار آوری مراد میں ہیں۔ یعنی اودھر
 بویا اور پھل آگیا۔

۲۷۔ کیا عجب کہ چرخِ نیم (عرشِ معلیٰ) ممدوح کے آستان پر پہنچ کر بلندیِ منزلت حاصل کرے

دعویٰ حسن ماہ کشفانی
گلِ دامن پاک دامن
زلف جانان سے لے پریشانی
کس زبان سے کروں ثنا خوانی
تجھے داور کو شوق پہنانی
علمِ ظنی نہ ہووے ایقانی
مجھے ہو سچا تھا علم اذعان
مومن اور اتنی ناسلمانی

شعلہ شمع بزم کو تیرے
دُعا سے تیرے جامِ عشرت سے
تیرے دشمن کے واسطے عاشق
اے سخنِ سنخ نکستہ دان تیری
مجھ سے ناکس کی ہنشتیسی کا
نہ یہ سمجھا ہوں سیرِ اختر سے
حائلِ دفترِ مدح سے یوں
کہ نہیں کیوں خیالِ طوفِ حرم

۲۸۔ مطلب یہ ہے کہ مدوح کے جامِ عیش سے قطرہ شراب گر کر دامن پر چوداغ پڑ جاتا ہے
وہ سجاوایا مار ہونے کے، پاکداسنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے۔ پاکداسنی کے لیے دامن بخوبی کیا ہے
اور دامن گل کو گل سے زینت ہے۔ داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے۔

۲۹۔ یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے، مجھ کو احکامِ نجومی سے دریافت
نہیں ہوئی۔ کیونکہ نجوم کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے نہ کہ علم و یقین پر۔ بلکہ دوسرے ذریعہ
سے معلوم ہوئی جیسا کہ آگے لکھتے ہیں۔

۳۰۔ علم اذعان = وہ علم جو یقینی اور حسی کی تعمیل لازم ہو۔ حاملِ دفترِ مدح سے مراد وہ
بزرگ (کریم اللہ) ہیں جو ممدوح کی طرف سے مومن کو طافری و مبارکی دعوت لیکر آئے
تھے اور جن کی معرفت مسخرف نے یہ معذرت کا تصدیق فرمادہ کیا تھا۔

تجہ معلوم کرا نہیں ناوان

نہ نہ ہو عینہ سے آری نشوں

اول اُس در پہ سہری - بڑی کر

پھر طواف حرم میں ہوشخول

کب تک اغکاف بتخانہ

یوسف مصر نکتہ سبخی حیف

کیا پیام - کیا پیام گزار

آب و تاب کلام سے اُسکی

عالم محل حدیث رسول

اُسکے آگے علوم پر فلک

دیکھ اشراق اُسکا افلاطون

چہنہ خورشید سے فروزان تر

شام پیری میں اوسکا وہ عالم

کرم اللہ نام و ذات اوسکی

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم

فرہن ہے سچ بہ نقیہ سرانی

بہ خدایت قیاس میں بر تانی

تا ملے وقت مسماہ کیوانی

بیرے صحت سے شروطا ایمانی

کب تک کنج ویر و رہیانی

یون گرفتار چاہ کنعانی

جسکی ہر بات وعظ عرفانی

آب ہو لولوی و مرجانی

واقف نکتہ ہائے فسر تانی

سبق کو دکب دبستانی

کہے ہذا حیسم ربانی

جہنہ سے دل زیادہ نورانی

رزور دجس سے صبح رعنائی

منظر لطف ہائے یزدانی

خضر رہ کر ہو فضل رحمانی

۱۳۔ ایان کج شرائط (دکان) تجہ پہ قربان ہون - ۳۲۔ سوتی اور مٹکا ہون کی صفت بھی پانی پانی بہ جائے

۳۳۔ محل - سورج محل - مصداق - ۳۴۔ جیمہ - پیشانی - ۳۵۔ ریحان و عنقا و شایب - اٹھتی جوان

نفس امارہ کو بھی قربانی
جس سے چاہل ہو یہ آسانی
تاب فرسا ہے جذب روحانی
ورنہ میں اور تیسہ ہستیانی
ہوں تو دیوانہ لیک زہدانی
گو ہوں دسواں ہاں شیطانی
ہے ابھی حسرت بوس رانی
سُن چکا ہوں حدیث صناعتی

تاکہ سخنِ مسامین کر ڈالوں
اس سے افزون ہے شوقِ اُرد کا
کہ محک ہے التفاتِ نہان
پر گردن کیا کہ بن نہیں آتی
دشت گردی کے شوق نے مارا
سوج سوج اپنے دل میں ڈرتا ہوں
بھی آرزوئے وصلِ صنم
فکرِ انجامِ سیرِ راہ ہوئی

۱۰۹۔ سخنِ سنی = مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں
نفس امارہ = وہ نفس جو گناہوں کا حکم دے۔ ۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدوح حج بیتہ
کا عزم کر رہے ہیں اور سون کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس در
در مدوح) کا شوق حبس کی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی
زیادہ ہے معاذ اللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے بے نیازی دیکھو۔ غالب گراس
سفر میں مجھے ساتھ لے چلین + حج کا ثواب نہر کر دینا حضور کی + ۳۸۔ تہہ ہبمانی =
ہیرانی اور سرگرداں ہونا جھگڑا۔ ۳۹۔ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جو فرج کے دوران میں غر و نفس سے
گمراہ ہو کر راہِ راست سے پھرتے تھے مگر آخر میں ہدایتِ نبوی پھر دستگیر ہوتی مطلب یہ ہے کہ اندیشہ انجام کی وجہ سے
م حج سے قاصر ہوں کہیں صنعان کی طرح میں بھی مبتلا ماسی نہ ہوں کیونکہ ابھی دل میں حسرت ہوسٹنی باقی ہے۔

بعد یک چند لر خدا چا ہے
 آکے اُس بزم میں دکھاؤں گا
 میرے سینہ کے صفحہ میں جو رقم
 مجھ تملک پہونچے ہیں اب وہ ہے
 مہر افلاک عقل و دانش ہوں
 بشرطائے کو سمجھے ہے بے پر
 وہ خردمند ہوں کہ ہے مجھے
 میں روش دان حکم پر جیسی
 ہوں وہ نبأ صحن جسکے ناخن میں
 آئینہ ہے صفا سے دل میرا
 میرے خار کے جوش گریہ سے
 سامنے میری ترزبانی کے
 میرے ربط کلام کو پہونچے

میں ہوں اور تیرے در کی دربانی
 شعلہ ہائے خرد کی سیرانی
 علم دانا دلائل یونانی
 ورشتہ نکتہ ہائے لغانی
 فطرتی ہے مری درخشان
 مرغ فکر کی بال جنبانی
 عقل اول حکیم لائانی
 میں اوافسم سیر کیوانی
 حرکات عسروق شریانی
 کیا ہوا اگر نہیں ہے حیرانی
 روئے دیتا ہے ابر نیسانی
 لفظ الکُن حدیث سبحانی
 نشر سعدی نہ نظم سلمان

۱۔ نشر = گدھ۔ آسمان پر دستار سے ہیں جو گدھ سے مشابہ ہیں۔ دین سے ایک

بشرطائے اُڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا لسنہ واقع کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

۲۔ لفظ الکُن = پھلے کی گفتگو۔ حدیث = بات صحابان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اور پر گدرا۔

۳۔ شیخ سعدی = شیرازی کی تشرنگستان شہرہ آفاق ہوا اور دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ

کی جا چکی ہے۔ سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہیں رکھتے۔ آئندہ

شعرون میں خاقانی۔ انہی حشر۔ کمال مشہور اساتذہ معاصر کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

سَم گئے خضر آبِ حیوانی
 صد صغیر ہزار دستانی
 میرے یا قوت سب بد خشتانی
 سیمیا گرے روح نفسانی
 جسکے در کا گدا ہے خاقانی
 میری تقریر کی سی تابیانی
 دیکھ خسر و مری قلمرانی
 رونق سرمہ صفا مانی
 اب تخلص سزا ہے نقصانی
 تاکجا لافنا سائے طولانی
 ہے وصال و فراق جانانی

جانفرائی مرے سخن کی دیکھو
 میرے زانغ قلم کی نیم صبر
 میرے گوہر متسام نامہ سفتہ
 میری نیرنگی تخیل سے
 مین وہ سرمایہ بداعت ہون
 انوری کے بیان مین سے کمان
 ملک معنی کا شہر بار سکے
 میری نسبت سے خاک ہند کو ہے
 آج ہوتا کمال تو کہبتا
 مومن اب ختم کرو عسا پہ سخن
 جب ملک باعث نشاط و مال

۸۳۔ دیکھو۔ دیکھو۔ سَم گئے = زہر سمجھے۔

۸۴۔ میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی جبل کی ہزار خوش الحانیوں کا جواب ہے۔ قلم کو زانغ سے تشبیہ کی گئی ہے۔
 ۸۵۔ سیمیا گرے = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو۔ سیمیا ایک علم طلسم ہے جس میں موبہوم اشیاء
 اصل نظر آتی ہیں۔ شعبہ ہاں۔ روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہیں۔
 مدح جو عالم خیال میں طرح طرح کے شعبہ دکھائی پر دراصل یہ میرے تخیل کی نیرنگی کا اظہار ہے۔

۸۶۔ سزا ہے = لائق ہے۔

تیرے حساء و رنج گونا گون تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال روزانہ سزدن ہو جیسے تو میں پہ نظرِ رحمانی

قصیدہ بجاچ راچہ اجیت سنگھ برادر راچہ کرم سنگھ ریشیہ

صبحِ بانی آفتابِ ہواستہ دہرہ ختری کثرتِ دود سے سیاہ شعلہ شمعِ خادری
چشمِ شکار کا ہجر۔ لونِ زحل سے سرمہ سا دشنہ ترکِ چرخ سے تیز نگاہِ مشتری
خطِ بیاضِ برجِ دہ شوالہ دمِ اثرِ سجید عکس سے جسکے آبِ ہوائِ سکندری
یادِ ہوا ہے کوئی یارِ خانہ خرابِ حجابِ اند خفیہ شمال میں سمومِ بادِ صبا یج صری
ساتھ سوز و خروشِ گریہ ویرا و زخمِ زہر لغزِ نوکِ عنید لبِ تہقنہ گلِ طری

غزل

۱۔ تیرہ ختری۔ نصیب کا سیاہ دنا۔ بد قسمتی۔ جمع خادری = آفتاب۔ دود کا لفظ تیرہ ختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے۔

۲۔ شاعر طالع کی داؤدِ نِشری کا ردِ کار و نامہ ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشمِ شکار (زہرہ) رنگِ چلرا سے زیادہ سیاہ ہے (دہ نگاہِ مشتری خیر ترکِ چرخِ ہرج سے بڑھ کر تیز بین ہے)۔ دن میں قلعہ بستی ہو کر میرے من میں غمِ ناکِ اثر پیدا ہو گیا ہے۔ زہرہ کو اہل نجوم سے اصفراور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہیں۔ اسی طرح برجِ کدھن اصفراور زحل کو نفس اکبر مانتے ہیں چشم کے لیے سرمہ اور ترکِ کیرا سے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے۔

۳۔ بادِ شمال میں گرم لو کی اور صبا میں اندھی کی خاصیت مضمون ہے خانہ خراب یعنی خانہ خراب کن سوال کیا ہے اور یہ وزن کے مجتہدانہ ترکیب میں سے ہے۔ ۴۔ حاصل یہ ہے کہ بھولوں کے غفلتِ بلبلیں کے چپے بجائے خوش لبند ہوئیے ناگزیر گندے ہیں طری = ترو تازہ۔ تری غلط معلوم ہو گیا

مجاہد فغان سے کام اور ذکر میں اہل فغان
 چار طرف ہے غلغلہ حتی علی الفلاح کا
 شعلہ شمع سے فزوان چہرہ از زیرگون
 رشک فزائفا رہو محبت ساکنان
 صبح مری شبیر یمن شبشب اولین گو
 غم نہ سما سکا مرابسا کہ جہان تنگ بین
 صبح کی جب بہار ہے ساتی غنچہ پس
 دیرین شور بید فغان سیکہ میں نواگری
 بد ظنیوں سے عذر رنگ شمع ضعیف لافری
 رنگ شفق سے بیشتر گر یہ مرا معصفری
 پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری
 زور گداز بیم شام - سختی زور محشری
 چرخ میں یہ متحد بی آگئی اور مقدری
 تلے سے عذار لالہ رنگ لب مذاق شکری

۵۔ - حتی علی الفلاح (سبوری اور فیروزی کی طرف آوا بد ظنی = بد گمانی - موزن حتی علی الفلاح
 کتاب ہے مکر مومن اپنی نیرد اختری کے ہاتھوں اس قدر مایوس ہے کہ اس کو اپنی فلاح کے
 حصول میں شبہ ہے۔ لہذا وہ نماز کے لیے شدت ضعف کا بھوٹا عذر پیش کرتا ہے۔
 ۶۔ - زیرگون = زیر کے رنگ کا۔ زیر ایک گھاس ہوتی ہے جس کا رنگ سبز مائل بہ زرد
 ہوتا ہے۔ معصفر = کسٹم کے رنگ کا۔ سرخ

۷۔ - گھر کے منظر میں (یا بالافانہ) پر چڑھ کر دیکھ کر دیکھ کر نظر آتی ہے۔
 ہمایوں کی زندگی دیکھ کر اپنی حالت سے موازنہ کرنا ہون اور رشک سے جہنما ہون۔
 ۸۔ - اذہم شام کہ خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اذہم دن کی شدت قیامت
 کا شہدہ۔ زور گداز خاص ترکیب ہے ۹۔ کرہ کی بالائی سطح کو حدب کہتے ہیں اذہم دن
 سطح کو مفر۔ ط فراق = ذائقہ۔ شکری = شیرین۔

ہر حرکت محرک شوق رنج ہوس
 بستر گل پہ خواب شیش سیر نشانی شاخ و پاز
 رطل گران دم صبح مستکے شبنم روح
 عطر شام خور عین نہ فلک نوافزین
 ایک سے ایک کامیاب نہ حاسدان کیا
 جب نہ رہے طمع تو کیا خلدین گھر ملے نصن
 میرے یہ نخت ہائے نخت ایسے نصیب یا نصیب
 قلقل شیشہ قاہ قاہ مطرب طرفہ زواری
 عطر لباس سے گلاب جرم دماغ کی تری
 سرسراہتر از طبع رنج خار سرسری
 ادخنہ و بخور سے عرس ربان مجری
 ایک طرف شراب ایک طرف گزن دھری
 قصر زبردستے لعلی و حسام گوہری
 چارہ پاس امید حشر مرگ علاج مضطری

۱۔ ہر ایک حرکت شوق کو بقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں خراب کی آواز دہندہ بننے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

۲۔ رطل گران = پیانہ کلان۔ صبح = وقت صبح و شراب صبح = اتہزاز = خوشحالی سلسلہ کلام یہ ہے کہ صبح کی بیمار اور زندگی کا لطف جب ہو کہ یہ اور وہ سامان عشرت ہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو طبیعت مجسم سرور ہو جائے اور غار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ امتیاز غالباً عدم امتیاز کا تب ہے۔ اتہزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ ادخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں۔ بخور = دھوئی۔ بان = ایک خوشبو کا نام مجر = انگلیٹھی۔ انگلیٹھی میں جو عنبر و بان ہلکائے جائیں ان کی دھوئی کی کثرت سے ادھائے نو آسمان پیدا ہو جائیں اور خوردن کے دماغ کو ان سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طول اٹل کی حد نہیں ساز طر کیا نے لے
 یان کے ہوئے نہ دان کچھ جیسے فقیر بیت
 چرخ نے جیسے جیتے جی کین پوری عین
 عشق عیان کا کیا بیان حسن ہر ہانہا
 وہم برون شدن خیال قید سے چھوٹنا
 چھٹ بھی گئے قوراء بند جائے بجال مکان
 غبت وصل پر حذر یار کو ہاے ہاے ہے
 کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی ساد

یاد شہی جہان ہو کم حیف دہان قلندری
 بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب انفسری
 خاک کمرگی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادی
 قمری نالہ کشف زبان میری ہے دل صنوبری
 یان سے گریز کیا مجال - بند گران پہ بیکی
 کوئی عجب طلسم ہے گتبد چرخ چنبری
 نہ اے طاقت قرار نے ہوس ستمگری
 آج سے کل نہ یادہ ہو حال کی اپنے اتہری

۱۵۔ شاعر نے اپنے عشق عیان کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کشف اور حسن نہان ہنر
 کی بنا پر اپنے دل کو صنوبر قرار دیا ہے۔ قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشابہت ہے۔ مطلب یہ ہے
 کہ ادھر تو عشق کے ہا حقون تباہ رہا اور دھر حسن بہر کی بیعت کی بے دولت گمنامی نصیب
 ہوئی۔ یوں سمجھئے کہ میری زبان قمری کی طرح نالان ہو اور میرا دل جو صنوبر کی طرح ہے نہاں ہے
 شعر میں لف و نشر ہے۔ واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے۔
 ۱۶۔ وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کی طرح اشارہ ہے۔ یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے
 کی تمنائے اب نہ اے قرار کا پارامہ نہ ظلم کرنے کی خواہش ہے۔ ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر
 کاتبوں کی حمایت کا ذریعہ پار احسان ہے کہیں مومن کی روح خرمندہ نہ ہو۔

پیش سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ
 نالہ سے میرے گرم خشک ہرہ و ماہ کا نرج
 جان جہان کو دل دیا دشمن جان ہوا جہان
 یلہل و گونہ گو: زخم یک تن فوج خشم
 جو رسوں وفا کروں حق وفا ادا کروں
 قدر نہ کر پائے عقل و تیز و درک و فہم
 سواہرے عسکر تو بے خرد ادا جہل دوست
 ایک جہان میں رہاں سو وہ برغم آسمان

طالع دون خرب ہو گیا کہ یہ جویاوی
 گر یہ سے میرے سرد و طرح مہربان دزی
 سر میں تو نظر میں یاں سینہ میں تو بھریا
 یک جگر و ہزار نیش۔ یک سرو صد گراں سہی
 یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بیری
 دست کشا وہ دل فراخ منعمی تو نگری
 بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع بھی و خری
 آج بہان ہے کل و مان داہ کہاں داری

۱۷۔ آسمان مجھ سے برسر ہر خاص ہے اس صورت میں اگر میرا خطر طالع میرے موافق ہو
 بھی جائے تو بھی بے سود۔ کیونکہ میرا ستارہ جو آسمان کا ایک تیرہ جزو ہے آسمان کی شمی
 سے خود تباہ ہو جائے گا۔

۱۸۔ دہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالہ آتشیں کے اثر سے دونوں کا
 مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے۔ اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے ہر وجہ آتشی کا
 مزاج سرد ترین گیا ہے۔

۱۹۔ بہ رغم آسمان = آسمان کی ضد پر۔ کیونکہ آسمان زمین چاہتا کہ مدوح کا فیض
 عام ہو۔ مگر شاعر کے نزدیک حبکی یہ خواہش ہے کہ محو پر مخصوص کر دے جو یہ معنی ہے
 کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے۔

راجہ اجیت سنگہ نام کا مروجہ خاص و عام
 فیمل نشین بنادیا خاک نشین کو اُس نے اب
 چین سے زر۔ عہد کے در۔ کان لعل کو ہرا
 دست گہر نشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم
 لیتے ہوئے گرائے جو بار عطا سے لعل کو
 حاتم دمعن پائمال اُس کے صف لعل میں
 لعل لب اُس کے در نشان جیسے گہر شاربست

جو دسے جسکے بے نظام کار جہان کی اتیری
 خاک نہیں فلک کو زیب لاف و گزاف برتری
 بسکہ جہان میں شہرہ ہے اُسکی غریب بری
 دآم ہا ہو حسرت مرتبہ کیو تری
 کلیہ خاک رزب ہو جیسے دکان جوہری
 صدر نشین بزم کام بخشی و فیض گستری
 ہائزہ کم نہ آفرین دونوں میں ہے برابری

۲۰۔ کار جہان کی اتیری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنی اتیری دور ہو کر حسن انتظام کا دور دورہ
 ہے۔ اسلوب بیان کی مذرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱۔ اُس نامہ بری کے شوق میں ہا کو کیو تر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے بے جاں کا
 کام دے اور اُسکو بچالاش کر لائے۔ تاکہ اسے مدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲۔ کلیہ = گوشہ دکان و مکان۔ جب مدوح کسی کو لعل و گہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اس قدر
 زیادہ ہوتی ہے کہ بیشک جو ہر سائل کے ہا غد سے زمین پر گر جاتے ہیں جسکی بدولت خاک روئے مال ہو جاتا ہے۔

۲۳۔ صف لعل = محفل کی آخری صف جسکے قریب بغلین اناری جاتی ہیں۔

۲۴۔ مدوح اپنے مداحوں کو انعام اور داد و دون یکساں دیتا ہے کہ تاکہ
 جیسے اُسکے ہاتھوں سے گوہر برستے ہیں ویسے ہی اُسکے منہ سے موتی جھڑتے
 ہیں۔ لعل و نشر غیر مرتب ہے۔

یک شبہ خرچ بزم کا نیمہ خراج نبرد
 ایک جہان گدا سے دراد وہ سب کا عقد
 در کرمین اُس کے لعل خشکی رکا ہے بہا
 اس سے زیادہ اور کیا ہو گی بخش و عطا
 رونق لولیان بزم دیکھ کر اوسکی جود سے
 گرم دعائے بازگشت شکل بشرین سونکا

بخشش مفتہ حاصل دولت ہفت کشوری
 بے طمع سے شیخ و نت جسکا سوال نہیری
 در یتیم کو بکے چشم یتیم کی تری
 کم رہے اکثر و ان سے ملک بیش نہ ہو موری
 تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولی خرچ جنبری
 بہر حصول زبور و چارہ رشک زوری

۲۵۔ اُسکی بزم کا ایک ات کا خرچ دلایت نیرود کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک مفتہ کی بخش
 حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے۔ میری فہم ناقص میں فائدہ کا لفظ بے فائدہ ہے دولت چاہیے۔
 ۲۶۔ معتقد = اسم مفعول یعنی جس پر سب کو اعتقاد ہو۔ دنیا آپ کے دروازے کی نقیر ہے اور آپ سب کے
 مرجع عقیدت۔ جنے کہ جو شخص آپ کے در پر نصیری مانگتا ہوا آیا کھتا اوسکو منہ مانگی مراد ملی یعنی اتنا
 دیا کہ اب سائل کو طبع نہیں رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا۔

۲۷۔ موری = سرکاری مالگذاری۔ مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے استرازا
 کرنا اور مالگذاری میں اضافہ کرنا۔ ممدوح کے ایشار کی بنا پر ہے عصمت بی بی ازبے چادر ہی نہیں
 ۲۸۔ لولی = مطرب۔ لولی چرخ = ستارہ زہرہ۔ ممدوح کی توجہ و نوازش سے
 لولیان محفل کی رونق دیکھ کر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی
 آنکھوں میں دنیا ناریک ہے اس لیے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا
 میں بہ صودت انسان آنے کی خواہشمند ہے۔

۲۹۔ اوسکے ادیم چشمت و مائدہ جلال پر
جوش طراوتِ شام و جبہ عطا عینِ وجا
بوسہ روا بہر طریق۔ سجدہ و فرق بہر وقت
تو وہ بہارِ باغِ حسن جیسے کہے تار جانا
نیک کو مثال کس سے دونوں عقیق بے مزا
چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا

۳۰۔ خستہ ذباب کی طنین طنطنہ سکندری
لطف نسیم مشک بنیر خلقِ تمیم عنبری
سنگِ دراوس کا اک صنم رشک تانِ آوری
لالہ رخی سہی قدی گلبیدی سمن بری
گل مین کمان یہ ناز کی مل مین کمانِ اجری
گریہ مستی و نگاہ روح گلاب و عنبری

۲۹۔ ادیم = چمڑا۔ تجا زاد ستر خوان۔ مائدہ = دسترخوان۔ خستہ ذباب = عاجز کھی
طنین = جھن جھناہٹ۔ طنطنہ = دیدہ۔

۳۰۔ مدوح کا لطف مشک بنیر ہوا ہے۔ اور اوس کا خلق عنبر کی خوشبو ہے۔ جوش طراوت
شام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطا اس عز و جاہ کا خلق سے۔ غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا
دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز و جاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے
چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو نفیرج ہوتی ہے عطا س = چھینک۔

۳۱۔ بوسہ سنگ در جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب میں جائز ہے المبتد
سجدہ میں اختلاف ہے۔ آند بت تراش حضرت ابراہیم کے باپ یا چچا کا نام ہے
یہ تشدیع جدید مومن کی بدعت ہے۔

۳۲۔ تیری آنکھ کی ساخت روح و فکر کے لیے باعث قوت ہے۔ گریہ مستی کے وقت
نثری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بانگ رس زندہ رہتا ہے روح گلاب ہے۔

فصل بہار بیا س کس رلیے غنچہ کھڑا
 ۳۳ نیم میں تیری گونہ کئی ص کو اس بیانی
 جمع بن تجھ میں مدل حبیب ہے ایسا
 ۳۴ مہر الیہ شراب سے مہر خنجر پر
 اطلس چرخ نیکر بدوش ہوا شہ
 ۳۵ لورہ سوار کیا نہ ز عرصہ زرمشاہ میں
 انیش سپر نجوم خلبت آب پکاری
 ۳۶ جاسہ دریدہ جسکے ساتھ قطرہ زنی سے نہ

۳۳۔ فصل بہار میں بیا س رخاں از مردگی کے بعد مرجھا یا ہوا پھول از سر نو غنچہ بنا ہے
 ۳۴۔ تاکہ پھر پھول بن کر تیری نیم سے میں ساغر ہونے کا شرف ملے۔ گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے۔
 ۳۵۔ مدوح میں عدل و حسن دونوں صفتیں جمع ہیں۔ لہذا جو اسباب کسی شے کی
 بربادی کے ہوتے ہیں اب ہی بر باد ہیں۔ حسن کی وجہ سے شراب خود اسکی شراب
 سے مست ہے اور پری خود اسکی پری ردی پر مٹی ہوئی۔ اس لیے شراب اور پری
 جو خانہ بر انداز عالم تھے معطل ہو گئے۔ اور یہی تقاضائے عدل ہے۔

۳۵۔ اس شعر میں سہو کاتب سے تقدیم ہو گئی ہے۔ دراصل یہ توسن کی تعریف سے موخر ہونا
 چاہیے مطلب یہ ہے کہ مدوح کی سواری دیکھ کر شک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی
 غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستاروں کو اپنے وجود سے اس قدر نرسندگی ہوتی ہے کہ ان کا
 دل جلنے لگتا ہے۔ اطلس چرخ = عرش اعلیٰ۔ آب پکاری = ستارہ۔ شراب چارون عناصر کا نام آلیا
 ۳۶۔ قطرہ زنی = تیز رفتاری۔ نو میدان جنگ میں ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی
 ساتھ نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ صفدری ڈجاست بھی تیرے ساتھ دوڑنے
 میں عاجز رہ جاتی ہے۔

توسن باد پاترا روز و غا بگاڑ دے
 سیرِ باغن میں نسیمِ سطح ہوا پہ بوئے گل
 روزِ نبرد گرچہ ہو خصمِ جہان کے زیرِ ران
 اس تنگ و دو کو کیا کہیں چرخِ سزا کی تان
 ہائے سبکِ عنایان واہ گران رکابیان
 مجھ سے مدحِ سنج کا پیکِ خیال گرنہو
 کر دیئے دشمن اس لیے تو نے زبونِ سرنگون
 تختہ حریف کا تباہ حال و تغیرِ کبیتین
 صرصرِ عادی کی ہوا دم میں دکھا کر صرصر
 عرصہ بھر طے کرے آن میں بے شنواری
 توسن برترین فلک تو بھی محال جان بری
 نیم قدم پہ رنگی طائری و رنگاوری
 گاہ غزال چہن ہے وہ گاہ پلنگ بربری
 شاہ سوار کیا کرے کس سے ہوا و سکی چاری
 سجدہ گرِ صفات بد تاکہ ہونیک مخزری
 نیل مرامِ دشش جہت مہرہ و قید تیری

۳۷ - جہان و بزدل -

۳۸ - شعر میں لفظ دشمن متب ہے - بربرہ = افریقہ کا ایک ملک جہان کے چھپے مشہور ہیں

۳۹ - ممدوح کے زمانہ نبرد قنار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) پیکِ خیال

ہی سے ہو سکتی ہے - مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصدِ تیز رو فرما دیا ہے -

۴۰ - تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگون (پست) کیا ہے کہ ان کی صفات بد تیری نیک بختی

کے سامنے سجدہ کرین - سجدہ میں صورتِ سرنگون ہو نیکی کیفیت پائی جاتی ہے -

۴۱ - ممدوح کے دشمن کا حال جو سر کے پائسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں ادا دیکھ

(دشمن کے) حصولِ مقصد اور شش جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مرد اور قویہ شمشیر

جس سے مہرہ کا نکالنا دشوار ہوتا ہے - شعر میں مراعاة النظر ہے -

جس نے مقابلہ کیا۔ بجبری سے چل دیا
 جمع سے کم کیا ہو۔ وہ خود ضرب لگا
 ساکن بھرو بہ تمام۔ نام نہ ہوتا تو کیا کرین
 افعی رُفح مینہ کو چیر کے دل نکال لے
 بال و بر فرشتہ موت بین یا پر خدنگ
 خندہ برق تیغ مین کر می مہر ماہ تیر
 شہرت ظلم و جور سے دور مین بیکر کیا عجب
 رونق یزیم و غریم زدم قرطبال و قد جا
 سینہ پر روئے دلبران برین تباہ ستی
 اس قدر اعتبار ہر اس قدر انقلاب حال

کیا کھلے ایک حلقہ میں گرجہ کھلے درہری
 حربہ سے پہلے سر شکن بہرہ دیہ مغفری
 تیغ مین یہ ہنسی اور طبع مین ہے غضنفری
 ماریاہ زلف سے ہونہ سکے یہ دلبری
 دشتہ آتشہ فضا اترے تیر کی سری
 گریہ زخم تیر مین جو شیا سحاب آذری
 ہفت پدرا اگر جم ترک کر مین ہر ادوری
 تو نے بغایت کمال جمع کئے نہ سر سری
 پاؤں پہ فرق سردران سر پہ کلاہ سردی
 یعنی ترے خدم کے مین طالع و بخت بخری

جب دشمن کا کام ایک ہی محلہ میں تمام ہو جاتا ہے تو مدوح کو اپنا ذوق شجاعت دکھائی دیتا ہے اور اس موقع کیونکر
 مدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو
 اس صورت میں مدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سرکشی کے لیے اس قدر دقت
 مغفری کافی ہے اب ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے۔ مغفرت = خود۔
 تیرا ایک نام ہی مینہ کا نام ہے جو سان کے مطابق ہے۔ سحاب آذری = مہ آند (جیت) کا ابدی
 ہفت پدرا = سات آسمان جو آبدی علوی کہلاتے ہیں۔ خدا ہات سفلی۔
 سہر سہر قیران = کہ عظیم نشان غر از دہ = جو آخر زمانہ حکومت مین ترکمانوں کے
 باقیہ = شمس = سورج = جو زمانہ شمسہ غریب = جمع ہے خادم کی۔

کفر حکایت غرور اور اسکے بغیر یہ محال
 میری زبان میں وہ بات جس ملک سخن پرست
 جبرتی عقوبت تازہ موکلانِ قہر
 محکوم یہ گل زمین پسند آگئی اتفاق سے
 تان گدا پہ رغبت شاہِ جہان غلط غلط
 اب نہیں کی ہے اختیار نظم کو چنے یہ رہا
 باغ میں اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید
 تاملتنی و جبریر عار ہے محکوم ہسری
 میرے بیان میں وہ سخن جس جنون زدہ پر
 بسکہ مرے حسد سے تیرہ ردانِ انوری
 مزرعِ غیر میں کسے در نہ سر کدیوری
 باہم برتری دروغ آرزوئے فرد تری
 آپ ہیں لب پہ بوسہ زن ہندی تازی مری
 اول و آخر ہمارا باد فروش نو بری

۵۰۔ غرور کی باتیں کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار
 کمال جو سنت الشعراء ہے محال ہے۔ بات تو یہ ہے کہ مبتنی و جبریر جیسے عرب کے مشہور
 شاعروں سے بھی برابری میں اپنی کسر شان سمجھتا ہوں۔ اصلاً موسیٰ اپنی تعریف کو
 غرور نہیں بلکہ امر واقع جانتا ہے۔

۵۱۔ چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تار یک ہے اس لئے فرشتگان قہر انوری کو
 نئے نئے عذاب کھد کھد جبران ہیں۔ یعنی میرا حسد ہی اس کی جان کے لئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے۔
 ۵۲۔ کدیوری = کاشتکاری۔ سرو = خیال۔ اس زمین میں اکسہ شعراے
 سلف نے طبع انسانی کی ہے اس لئے اسکو مزرعِ غیر کہا گیا۔

۵۳۔ میوے باغ سخن میں ہر درخت خواہ وہ چنار۔ سرو یا بید ہی کیوں نہ ہو بہار کے
 اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے پر نازان ہے۔ یعنی سب سدا بہار ہیں اور بار آور۔

لذتِ مرغ جانفزا تلخی بجو تاب کاہ
 میری طلاق لسان میری قصا کلام
 میرے معاند و حسود ہرزہ سنا زنگان
 بن یہ سگان جیفہ خوار تغریب سے نصیب
 میں وہ شہرِ فیض جس کے خطیب کیلئے
 فرطِ حمال سے نہیں گرجے لباس کا خیال
 قیمتِ حسن یوسفی میرے سخن کا رونما
 شہد ہے یاں تو شہدِ ناب صبر ہے تو ستور
 چارہ صدرہ آزما از پے گستگی و کبری
 باجی خویش دے خبر بست بلبنا آوری
 کافر استخوان پرست طرفہ سگی و کافری
 اوج و ضیض آسماں پست و بلند بیری
 تو بھی تو بکر فکر کو ننگ ہے زہرہ مجری
 ہے یہ وہ جنس جسکی بیج پائے قرآن شری

۵۳۔ میرے مدحہ قصیدے روح کو نازگی بخشے ہیں اور میری لکھی ہوئی ہجوین بہت
 توڑ دیتی ہیں میرے پاس اگر شہد (مرغ) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی ستور
 ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۴ چارہ صد آزما = سو دفعہ کا آزما
 ہوا علاج۔ میری گویاں گونگے پن اور برے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے۔
 ۵۵۔ میرے مخالف جو شعراے سلف کی تعریف کرتے ہیں۔ اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے
 ہیں اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کو خبر نہیں۔ ناحق غیظ کی وجہ سے سُخف
 میں جھاگ بھر بھرتے ہیں۔ جیفہ = مردار۔ ۵۶ بکر = کنواری۔ بکر فکر = اچھوٹے
 خیالات۔ زہرہ مجری = زہرہ کی سی چادر ہوتا۔

۵۷۔ میرے جنس کلام کی بیج سے خود خریدار کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے شری
 کا بک۔ رونما = سند دکھائی۔

حضرت مومن اس قدر لاف اگرچہ ہے دست
 ختم سخن دعا پہ ہو۔ تانہ اترین ہو کلام
 تاکہ ^{۵۹} ہے بیت ہفتین قوت اولی فلک
 تجکو نصیب دولت صحبت نوجوان نکا
 تار ہے الفت آزمانا زو غرور دلربا
 جور پہ تیرے جان تار غارتیان بن دل
 تاکہ ہو نو بہار میں قسمت رند مشربان
 بہر خسود جام زہر۔ ساغرے ترے لیے
 رقص و سرود سے تری آئین نشا گرم
 سوئے ہزار گوش جان رک زمین پہ زرفشا
 تجکو نصیب بنم میں داد دی صلہ دی

طول مقال عیب شعر حبلہ عیوبے بری
 اب ہو یہ قصہ مختصر ختم ہوئی مخموری
 تاکہ نہم میں ہے فرح بہر عروس خاوری
 تجکو ہمیشہ عشرت تازہ عروس دربری
 تار ہے آرزو فزا طرز ادا سے دلبری
 وصال سے تیرے کا سیاب لب شکران عسکری
 مستی و بے مجاہبی و نغمہ زنی سے خمی
 تانہ ہونا گوار طبع تلخی بادہ شکری
 شعلہ دود علو من روشن زلف عنبری
 باغ میں جب تک اسطرح جلوہ کرے گل طری
 تجکو مبارک ایک سو دج گری گداگری

۵۹۔ بولی فلک = زہرہ عروس خاوری = آفتاب۔ جب زائچہ کے ساتوین خانہ میں زہرہ
 واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق میں احکام بخیم ہوتے ہیں۔ اور جب نوین خانہ میں
 سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ ۶۰۔ عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے
 درمیان ہے۔ ۶۱۔ شراب میں جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تاکہ ناگوار طبع نہ ہو۔
 ۶۲۔ تیری گری گل میں اگر شعلہ ہو تو حسینو کے طالع روشن کا۔ اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا
 ۶۳۔ ہزار = ہیل۔ گل طری = گل نر۔ تازہ پھول = صرع ادل گل کی جلوہ گر کی کیفیت بیان کرتا

مشہور شعرا کے اردو کے دواوین

کلیات میر تقی میر	عمر	اکمل دیوان غالب	عمر	مہتاب داغ موہن	عمر	کلیات اکبر حصہ اول
انتخاب کلام میر مجلہ	عمر	دیوان غالب جیبی	عمر	آفتاب داغ	عمر	حصہ دوم
انتخاب میر	عمر	دیوان غالب مع فرنگ	عمر	گلزار داغ	عمر	حصہ سوم
کلیات سودا	عمر	مع شرح حسرت	عمر	یادگار داغ	عمر	کلیات نعت محسن کاکوروی
دیوان میر درد	عمر	نظم طباطبائی	عمر	ضمیمہ خانہ عشق و ایثار	عمر	دیوان حالی
کلیات مومن	عمر	نحوہ دیوانی مجلہ	عمر	مرآۃ الغیب	عمر	دیوان عشق
کلیات آتش	عمر	نظامی	عمر	دیوان میر دوست علی خلیل	عمر	کلام شاد عظیم آبادی
دیوان ناسخ	عمر	سہا	عمر	نظم دل افروز (تسلیم)	عمر	غلسار (حفیظ جوہری)
دیوان ذوق مرتبہ آزاد	عمر	عبد الباقی آسی	عمر	دفتر خیال	عمر	نخائے دل
دیوان ذوق	عمر	دیوان زلیخا و انشا	عمر	منتخب الاشعار (میر)	عمر	جان سخن (جلیل)
قصائد ذوق طبع	عمر	دیوان جان صاحب	عمر	شکوہ آبادی	عمر	تاج سخن
دیوان میر حسن	عمر	دیوان سخن دہلوی	عمر	تتویر الاشعار	عمر	بانگ درا (اقبال)
کلیات ظفر	عمر	دیوان زند	عمر	دیوان حاتم علی مہر	عمر	گلکدہ (عزیز لکھنوی)
دیوان ظفر جیبی	عمر	دیوان مجروح	عمر	دیوان شاہ تراب	عمر	داغ جگر - جگر مراد آبادی
کلیات نظیر اکبر آبادی	عمر	منظر عشق دیوان قلیق	عمر	مضمونہائے دلکش (جلال)	عمر	اثرستان
روح نظیر	عمر	خورشید محشر	عمر	نظم نگارین (د)	عمر	اثر لکھنوی